يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ (القرآن)

دعوتی، اصلاحی فکری اور تعلیمی مجلہ

تبلیغ القرآن پشاور

دوماہی

جلد 4 شمارہ 1

جنوری، فروری 2017 ۔ ربیع الثانی، جمادی الاول ۱۴۳۸ھ

TABLEEGH UL QURAN

یکے از مطبوعات جامعہ تبلیغ القرآن یوسف آباد پشاور

مجلس ادارت

پروفیسر ڈاکٹر محمد عمر
پروفیسر ڈاکٹر دوست محمد خان
مولانا ڈاکٹر اکرام الحق یاسین
مولانا ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف
انجنیئر میاں محمد الیاس
پروفیسر سید طاہر شاہ

مجلس مشاورت

مفتی ضیاء الحق
جناب یوسف ظفر
مولانا سمیع اللہ
مفتی محمد حسین
ابو ثاقب شکیل احمد

فہرست مضامین

تعلیم القرآن
ضیاء البیان فی تفسیر القرآن ..... علامہ عطاء اللہ بندیالوی 3

تعلیم الحدیث
کمزوروں کے ساتھ نیک سلوک ..... ادارہ 7

ندائے حق
سی پیک ۔ ایک عظیم منصوبہ ..... مدیر 8

اصلاح عقائد و اعمال
حقیقتِ توحید ..... ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم 10

سیرت و تاریخ
مولانا عبید اللہ سندھیؒ کا پیغام ..... علامہ زاہد الراشدی 14

تعمیر فکر و کردار
کامیاب لوگوں کے عادات ..... انجنیئر عادل شاہ 18

تزکیہ و تربیت
گزارا ..... خالد رحمٰن 21

تزکیہ و تربیت
سعادت اور شقاوت کی علامت ..... مولانا عبد الباری راشد 23

تعلیم و تربیت
آخری نصیحت ..... مولانا عابد علی پشاوری 25

نجوم ہدایت
میں کامیاب ہو گیا ..... عبد اللہ فارانی 28

گوشہ خواتین
خواتین اسلام کی دینی و علمی خدمات ..... مولانا لقمان احمد 31

گوشہ خواتین
گھریلو دستور ..... مقصود احمد 36

حالات حاضرہ
اول آں بنیاد را ویراں کند ..... اوریا مقبول جان 38

نظام اسلام
دین اسلام کا ایک متوازن تصور ..... ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی 42

اخبار و احوال
جامعہ و ملحقہ شعبہ جات کے معمولات و سرگرمیاں ..... ذیشان عابد 56

قیمت فی شمارہ 30 روپے زر سالانہ ------ 160 روپے
سالانہ زر تعاون بیرون ممالک: 20 ڈالر
بینک اکاؤنٹ نمبر: 012003200-8
بینک کوڈ: 0864
الائیڈ بینک لمیٹڈ فقیر آباد برانچ پشاور پاکستان۔
برائے رابطہ:
فون: +92-91-22 45 300، موبائل: +92(0)333-93 93 151

خط و کتابت کا پتہ

مجلّہ "تبلیغ القرآن"
جامعہ تبلیغ القرآن
یوسف آباد ولہ زاک روڈ پشاور پاکستان۔

ای میل
mujalla.jamiatq@gmail.com
ویب سائٹ
www.alishaat.com

پبلشر:۔ حشمت علی صافی
پرنٹر:۔ العلم پبلشنگ سروسز
ترسیل انچارج
قاری احتشام الحق
0333-9393151

تعلیم القرآن

ضیاء البیان فی تفسیر القرآن

علامہ عطاء اللہ بندیالوی

﴿سورۃ البقرہ (۱۳۵۔۱۴۱)﴾

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا
بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى
وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ فَاِنْ اٰمَنُوْا
بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ
الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۖ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ
رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ
وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ
شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا
كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾

ترجمہ:

- اور وہ (یہود و نصاریٰ مسلمانوں سے) کہتے ہیں تم یہودی یا عیسائی ہو جاؤ تو ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے۔ تم کہو نہیں بلکہ ہم تو ابراہیم علیہ السلام کے دین کی (پیروی کریں گے) جو یکسو تھے اور شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے۔
- مسلمانو! تم کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس چیز پر بھی جو ہم پر اتاری گئی اور اس چیز پر بھی جو ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد پر اتاری گئی اور اس پر بھی جو موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، اور دوسرے انبیاء کو اپنے رب کی طرف سے عطا کیا گیا، ہم ان انبیاء کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے، اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔

- پھر اگر وہ اسی طرح ایمان لائیں جس طرح تم (صحابہ کرامؓ) ایمان لائے ہو تو یقیناً وہ ہدایت یافتہ ہیں، اور اگر وہ منہ موڑیں تو وہ واضح ضد و اختلاف میں ہیں اور ان کے مقابلے میں تجھے اللہ کافی ہے، وہ خوب سننے جاننے والا ہے۔
- مسلمانو کہہ دو! اللہ کا رنگ اختیار کرو اور اللہ کے رنگ سے خوبصورت رنگ اور کس کا ہو گا؟ اور ہم صرف اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔
- کہہ دیجئے! کیا تم ہم سے اللہ (کی توحید) کے بارے میں جھگڑتے ہو حالانکہ وہ ہمارا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے، ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں اور ہم اسی کے لیے اپنی بندگی کو خالص کر چکے ہیں۔
- کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد یہودی یا عیسائی تھے، آپ ﷺ کہیں کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟ اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اس گواہی کو چھپائے جو اللہ کی طرف سے اس کے پاس ہے تمہارے کرتوتوں سے اللہ بے خبر نہیں ہے۔
- وہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی جو انہوں نے کیا وہ ان کے لئے ہے اور جو تم کرو گے وہ تمہارے لئے ہے اور تم سے ان کے اعمال کے بارے میں پوچھ نہیں ہو گی۔

تفسیر و تشریح:

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ ۔۔۔۔

یہودی اور عیسائی مسلمانوں کو دعوت دیتے کہ اگر ہدایت کے طلب گار ہو تو یہودیت یا عیسائیت قبول کر لو۔ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ الزامی جواب دیا گیا کہ ہم یہودیت و عیسائیت کی پیروی نہیں کریں گے بلکہ ہم تو ملت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کریں گے جو ہر طرف سے کٹ کر ایک اللہ کی طرف راغب تھا اور شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھا۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا۔۔۔۔

الزامی جواب کے بعد تحقیقی جواب کہ ایمان وہدایت کا مدار اور معیار آبائی نسبت اور قبائلی عصبیت پر نہیں بلکہ ایمان تو توحید کے اقرار، تمام انبیاء کی رسالت کے عہد اور دیگر احکام الٰہی کے ماننے کا نام ہے، جس پر مسلمان گامزن ہیں۔ یہود و نصاریٰ کسی ایک نبی پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں تو دوسرے نبی کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ۔۔۔۔

ہدایت کا معیار یہودیت اور عیسائیت نہیں بلکہ اسلام ہے، جسے اصحابِ رسول کی مقدس جماعت نے قبول کیا۔ اگر وہ ہدایت کے طلب گار ہیں تو اصحابِ رسول جیسا ایمان لائیں یعنی توحید پر مضبوط آخری پیغمبر ﷺ اور قرآن کے ساتھ ساتھ تمام انبیاء علیہ السلام پر اور تمام آسمانی کتب پر ایمان۔۔۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصحابِ رسول کا ایمان عند اللہ مقبول اور دوسروں کے لیے معیار تھا جو بدبخت اصحابِ رسول کے ایمان میں شک کرتا ہے اس کا اپنا ایمان مشکوک ہے۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۔۔۔۔

یعنی ہم نے اللہ کا رنگ قبول کیا ہے، مراد دینِ توحید ہے۔ عیسائیوں کے ہاں "بپتسمہ" رسم تھی کہ اپنے نومولد بچوں کو اور جو شخص عیسائیت قبول کرتا انہیں ایک خاص قسم کے رنگ میں نہلاتے اس کے جواب میں یہ فرمایا۔

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ۔۔۔۔

اللہ کے بارے میں یعنی اللہ کی توحید اور اللہ کے دین کے بارے میں۔۔۔ اے یہودیو اور عیسائیو تم کہتے ہو کہ ہمارا دین سچا ہے، جس میں انبیاء کی عبادت و پکار موجود ہے اور تمہارا دعویٰ ہے کہ تم رب کے لاڈلے اور دوست ہو یا اس بات میں جھگڑتے ہو کہ دینِ اسلام سچا ہے یا یہودیت و عیسائیت۔

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ۔۔۔۔

پچھلی آیتوں میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ ہر لحاظ اور ہر زاویے سے یہود و نصاریٰ کو لاجواب کر دیا گیا اور ثابت کیا گیا کہ اگر توحید معیار صداقت ہے، تو مسلمان ہی موحد ہیں اور اگر اتباعِ انبیاء معیار ہدایت ہے، تو

مسلمان ہی انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہود و نصاری جب لا جواب ہوئے تو انہوں نے یہ زہریلا اور غلط پروپیگنڈہ شروع کیا کہ پہلے انبیاء ہمارے مذہب پر تھے یہاں اسی کا جواب دیا گیا۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ ۔۔۔۔

گواہی سے مراد وہی گواہی ہے جو تورات و انجیل میں موجود تھی کہ تمام انبیاء کا دین توحید تھا اور وہ شرک سے کوسوں دور تھے (کبیر)

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ ۔۔۔۔

اس آیت کو دوبارہ لایا گیا، تاکہ امت محمدیہ بھی خالی نسبت پر تکیہ لگا کر نہ بیٹھی رہے بلکہ اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کرے۔ اپنے ارد گرد نظر دوڑایئے آج اپنے آپ کو چشتی، قادری، سہروردی، نظامی، وغیرہ کہلانے والے کتنے لغویات اور خلاف شرع اعمال میں ملوث ہیں، اور تو اور رہے حنفیت کے دعویدار کتنے ہیں جن کے عقائد و نظریات امام اعظمؒ کے نظریات سے مطابقت رکھتے ہیں؟۔

تجدد اور تجدید؟

عموماً لوگ تجدد اور تجدید میں فرق نہیں کرتے اور سادہ لوحی سے ہر متجدد کو مجدد اور ہر تجدد کو تجدید کہنے لگتے ہیں۔ ان کا گمان یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو نیا طریقہ نکالے اور اسے ذرا زور سے چلادے وہ مجدد ہوتا ہے۔ خصوصاً جو لوگ کسی مسلمان قوم کو بر سر انحطاط دیکھ کر اسے دنیوی حیثیت سے سنبھالنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے زمانے کی بر سر عروج جاہلیت سے مصالحت کر کے اسلام اور جاہلیت کا ایک نیا مخلوطہ تیار کر دیتے ہیں، یا فقط نام باقی رکھ کر اس قوم کو پورے جاہلیت کے رنگ میں رنگ دیتے ہیں، انہیں مجدد کے خطاب سے نوازا دیا جاتا ہے حالانکہ وہ مجدد نہیں متجدد ہوتے ہیں اور ان کا کام تجدید نہیں تجدد ہوتا ہے۔ تجدید کا کام اس سے بالکل مختلف ہے۔ جاہلیت سے مصالحت کی صورتیں نکالنے کا نام تجدید نہیں اور نہ اسلام اور جاہلیت کا کوئی نیا مرکب بنانا تجدید ہے، بلکہ دراصل تجدید کا کام یہ ہے کہ اسلام کو جاہلیت کے تمام اجزاء سے چھانٹ کر الگ کیا جائے اور کسی نہ کسی حد تک اسے اپنی خالص صورت میں پھر سے فروغ دینے کی کوشش کی جائے۔ اس لحاظ سے مجدد جاہلیت کے مقابلے میں سخت غیر مصالحت پسند آتی ہوتا ہے اور کسی خفیف سے خفیف جزء میں بھی جاہلیت کی موجودگی کا روادار نہیں ہوتا۔ [تجدید واحیاء دین]

تعلیم الحدیث

کمزوروں کے ساتھ نیک سلوک

ادارہ

عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ ثَلٰثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ يَسَّرَ اللّٰهُ حَتْفَهٗ وَ اَدْخَلَهٗ جَنَّتَهٗ رِفْقٌ بِالضَّعِيْفِ وَشَفْقَةٌ عَلَى الْوَالِدَيْنِ وَاِحْسَانٌ اِلَى الْمَمْلُوْكِ۔ [رواہ الترمذی، مشکوٰۃ]

ترجمہ:

سیدنا جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص میں تین باتیں پائی جائیں اللہ اس کی موت کو آسان بنا دیتا ہے اور اس کو جنت میں داخل فرماتا ہے۔ "کمزوروں کے ساتھ نرمی، ماں باپ کے ساتھ شفقت و محبت اور غلاموں کے ساتھ نیک سلوک"۔

تشریح:

اس طرح کی احادیث کے سلسلے میں یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے، کہ یہ تمام نیک اعمال جن کے عظیم صلے حدیثوں میں بیان کئے جاتے ہیں۔ یہ اُسی وقت نیک اعمال ہیں اور ان کے یہ عظیم صلے ہیں، جب ایمان بھی ہو اور فرائض کی پابندی بھی، ایمان اور فرائض کی پابندی کے بغیر ان اعمال کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

پُرفتن دور میں دین پہ چلنے والے!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

"یقیناً تمہارے بعد صبر کے دن آئیں گے (یعنی تکالیف اور آزمائشوں کا دور دورہ ہو گا)۔ اُن دنوں میں (دین اسلام پہ) کاربند شخص کو 50 آدمیوں کے عمل کے برابر اجر و ثواب ملے گا۔"

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اسی زمانے کے 50 آدمیوں کے برابر؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تم میں سے 50 آدمیوں کے برابر اجر و ثواب ملے گا۔" (المعجم الاوسط للطبرانی: 3121، صحیح)

دین پہ عمل پیرا ہونا دن بدن مشکل ہوتا جا رہا ہے، دیندار لوگوں کو حالات سے گھبرا کر دینی احکامات سے دستبردار ہونے کے بجائے فضائل سامنے رکھتے ہوئے صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

ندائے حق

سی پیک۔ ایک عظیم منصوبہ

مدیر

اسے اتفاق کہا جائے تو یہ بڑا ہی مبارک اتفاق ہے اور اگر اسے شریف برادران کی خوش قسمتی کہا جائے تو بھی بجا ہے کہ ان کے مقابلے میں جو بادشاہ اور لیڈر سامنے ہیں ان کے دامن میں کوئی خاص کارنامہ نظر نہیں آتا۔ کھانے کو تو سبھی نے کھایا ہے کہ کوئی بھوکا نہیں رہ سکتا، مگر دوسروں نے عوام کی قیمت پر اپنی آئندہ سات نسلوں کا مستقبل بھی محفوظ بنایا ہے اور انہوں نے عوام کو بھی اپنے ساتھ کھانے میں شریک کیا ہے۔ چنانچہ جو بڑے منصوبے ہیں وہ سبھی ن لیگ کے دور کے ہیں اور ان منصوبوں کے شدید ناقدین بھی آج ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں مگر مشرف اور زرداری کے پاس ظلم و آمریت اور لوٹ مار کی داستانوں کے سوا کچھ نہیں۔ ہمارے خان صاحب بھی فحاشی و بداخلاقی اور بدتمیزی کے علاوہ قوم کو کچھ donate نہ کر سکے۔

سی۔ پیک بھی ایک ایسا ہی بڑا منصوبہ ہے جو ملک کا سیاسی اور معاشی مستقبل پر دوررس اثرات ڈالے گا۔ اسے بجا طور پر گیم چینجر کہا جا رہا ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک اس میں دلچسپی لے رہے ہیں ۔ ایران، افغانستان، مصر، روس اس میں شامل ہونے کے لیے بے قرار ہیں، اس سے اس منصوبہ کی اہمیت واضح ہے۔ اس سے خطہ میں معاشی اور فوجی لحاظ سے اہم اثرات اور نئی صف بندیاں بالکل سامنے کی بات ہے۔

مگر اس سے اس خطہ اور بالخصوص ہمارے ملک پر پڑنے والے منفی معاشی اور معاشرتی اثرات کی طرف کسی کی نظر نہیں جا رہی، یا اسے جان بوجھ کر نظر انداز کیا جا رہا ہے، جب چین کا سامان وافر اور بے دریغ آئے گا تو صاف ظاہر ہے کہ ہماری صنعت اور ہماری مارکیٹ بھی غیر معمولی طور پر متاثر ہو گی مثلاً اس وقت ہمارے کل ملکی ضروریات کا پچاس فیصد لوہا چین سے آ رہا ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اسی مقدار میں ہمارے ملکی سٹیل پلانٹ بھی بند ہوئے ہوں گے۔ یہی معاملہ دیگر ملکی صنعتوں کا بھی ہو گا۔ یوں ہمیں اس

راہداری کی قیمت ملکی صنعتوں کی تباہی اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی بے روزگاری کی صورت میں ادا کرنا ہوگی۔ راہداری سے ہم جو کچھ کمائیں گے وہ ملکی صنعتوں کی تباہی کا وجہ سے درآمدات پر خرچ ہو جائے گا، تو ہمارے ہاتھ کیا آئے گا اور کس خوشحالی پر ہم خوشی کے شادیانے بجا رہے ہیں۔

سی۔ پیک کے راستے میں جگہ جگہ بننے والے اقتصادی زون دراصل ایسٹ انڈیا کمپنی کی تجارتی کوٹھیوں کا نیا نام ہے۔ اس لیے پرانے اثرات کے نئے رنگ کو سمجھنا کچھ زیادہ مشکل نہیں۔ جب چینی سامان ملک میں ہر کہیں دستیاب ہو گا تو بلا روک ٹوک اور بکثرت آنے کی وجہ سے ایسے اشیاء بھی آئیگی جو اب ہماری مارکیٹ میں کھلے عام میسر نہیں۔ اس پر چینی باشندوں کے عمومی اختلاط مستزاد ہے۔ اس سے ہمارے معاشرت اور تہذیب پر کیا کچھ اثرات نہیں پڑے گے!

ہمارے ہاں چند فوائد کو سامنے رکھ کر منصوبے بن جاتے ہیں اور کسی فورم پر بحث یا ڈائیلاگ بغیر ان پر عمل درآمد بھی ہو جاتا ہے اور جب ان کی منفی اثرات سامنے آنا شروع ہو جاتے ہیں تب تک بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے۔ شریف برادران تو ہوا کے گھوڑے پر سوار نظر آتے ہیں، مگر ان پہلوؤں سے اگر کچھ پیش بندی کا سامان ہو سکے تو ان کا اس غریب و بے بس قوم پر بڑا احسان ہو گا۔

سید کفایت بخاری

۲۸ دسمبر ۲۰۱۶ء

اِصلاحِ عقائد و اعمال

حقیقتِ توحید

ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم

ہمارا دین، دین توحید ہے۔ رسالت بھی اسی لئے ہے کہ توحید کی طرف دنیا کو دعوت دے۔ آخرت کا انداز بھی اسی لئے ہے کہ لوگ شرک سے باز آجائیں، اس سے کلیتاً اجتناب کریں اور توحید کو اختیار کریں اور صرف اسی کا التزام کریں۔ دین کی اصل، اس کی جڑ، اس کی بنیاد توحید ہے اور اس کی رو سے سب سے بڑی گمراہی شرک ہے۔ شرک وہ گناہ ہے جس کے بارے میں سورۃ النساء میں دو مرتبہ فرمایا گیا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ۔

اسی طرح توحید کے موضوع پر نہایت اہمیت کی حامل سورۃ البقرۃ میں آیۃ الکرسی ہے جس کو آنحضور ﷺ نے قرآن کی تمام آیات کی سرتاج قرار دیا۔ پھر آخری پارے میں سورۃ الاخلاص ہے جس کو نبی اکرم ﷺ نے ثلثِ قرآن کے مساوی قرار دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ توحید کے موضوع پر آیتوں میں سے جامع ترین آیۃ الکرسی ہے اور سورتوں میں سے جامع ترین سورۃ الاخلاص ہے۔

توحید علمی اور توحید عملی:

امام ابن تیمیہؒ نے توحید کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک توحید ہے علمی توحید، توحید فی المعرفۃ یا توحید فی العقیدۃ، یعنی اللہ کو ایک جاننا، الہ کی ذات میں کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، اللہ کی صفات میں کسی کو ساجھی قرار نہ دینا، کسی کو اس کا ضِد یا نِد، یا ہم پلہ، ہمسر یا مدِ مقابل نہ بنانا، چنانچہ توحید فی الذات اور توحید فی الصفات ان دونوں کو جمع کریں گے تو یہ ہو گی علمی توحید، معرفت الٰہی کی توحید، عقیدے کی توحید۔ دوسری توحید ہے توحیدِ عملی۔ اس کو امام ابن تیمیہؒ نے توحید فی الطلب کا جامع عنوان دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ انسان فی الواقع ایک اللہ ہی کا بندہ بن جائے۔ اس کی بندگی اور پرستش صرف اللہ ہی کے لئے خالص ہو جائے جو الاحد ہے۔ ایک

خطبۂ نبوی ﷺ میں الفاظ آتے ہیں: "وَحِّدُوا اللّٰهَ فَاِنَّ التَّوْحِيْدَ رَأْسُ الطَّاعَاتِ" یہاں وَحِّدُوا باب تفعیل سے صیغۂ امر مراد ہے۔

"توحید" اسی بابِ تفعیل سے مصدر ہے۔ اور تفعیل کا خاصہ یہ ہے کہ کوئی کام بڑی محنت سے، بڑے اہتمام سے، بڑے استقلال و استقرار سے کیا جائے۔ جیسے اعلام کے معنی ہیں کسی کو کچھ بتا دینا اور تعلیم کے معنی ہیں کسی کو کچھ سکھانا۔ اب بتانے اور سکھانے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ آپ ایک دفعہ بتا کر فارغ ہو گئے اب کوئی سمجھے یا نہ سمجھے، اس کے پلے کچھ پڑے یا نہ پڑے، آپ کی ذمہ داری نہیں ہے۔ ابلاغ کے معنی بھی صرف پہنچانے کے ہیں، لیکن تبلیغ کے معنی ہوں گے محنت سے، اہتمام سے، دلیل سے، تدریج سے کوئی بات کسی کو پہنچانا۔ چنانچہ تعلیم اور تبلیغ میں آپ کو سخت مشقت کرنی پڑتی ہے، ایک بات کو ذہن میں اتارنا مقصود ہوتا ہے۔ اگر بات ایک مرتبہ سمجھ میں نہیں آئی تو اسے بار بار سمجھانا پڑے گا، اس کی توضیح کرنی ہو گی، تبیین کرنی پڑے گی، بڑی محنت سے کسی کے ذہن میں کوئی بات اتارنی اور ٹھانی ہو گی، اسے Hammer کرنا پڑے گا۔ یہ تعلیم ہے۔ اسی طرح محنت اور لگن کے ساتھ دعوت پہنچانے سے تبلیغ کا حق ادا ہو گا۔ اس وضاحت سے اعلام و ابلاغ اور تعلیم و تبلیغ میں جو فرق ہے وہ سمجھا جا سکتا ہے۔

توحید کا مطلب و مفہوم ہو گا اللہ تبارک و تعالیٰ کو ذات و صفات کے لحاظ سے ایک ماننا اور جاننا۔ قارئین کو اندازہ ہو گا کہ توحید اختیار کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ دائمی طور پر اللہ کو ایک جان کر اور ایک مان کر استقلال و استقرار کے ساتھ اس کی پیہم اطاعت کے لئے محنت کرتے رہنا بڑا مشکل کام ہے۔ بقول شاعر

فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

پس توحید کے لیے بڑی محنت و مشقت کی ضرورت ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ایک لکیر کھینچی ہوئی تھی، پالا بنا ہوا تھا اور کوئی اُدھر سے اِدھر آ گیا تو اسے توحید کی دولت مل گئی۔ اس طرح اسلام تو مل سکتا ہے، یعنی ایک شخص قانونی طور پر مسلمانوں میں شامل ہو جائے گا، لیکن یہ سمجھنا کہ وہ موحد بن گیا، خام خیالی ہے۔ اسی لئے نبی اکرم ﷺ خطبے میں ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ: وحدوا اللہ، یعنی اللہ کی توحید واقعتاً اختیار کرو جیسے کہ اس کا حق ہے۔

توحید عملی:

زندگی کے عملی میدان میں توحید اختیار کرنا، توحیدِ علمی (توحید اعتقادی) سے بھی زیادہ بڑا مشکل کام ہے۔ اس توحید فی العمل کو امام ابن تیمیہؒ توحید فی الطلب کہتے ہیں۔ یہ بڑی کٹھن وادی ہے جسے عبور کرنا بڑے عزم اور حوصلہ کا کام ہے۔ بقول اقبال مرحوم:

اگر گویم مسلمانم بلرزم　　که دانم مشکلات لا الہ را

پہلا درجہ: انفرادی توحید:

توحید عملی کا پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان کے انفرادی عمل میں توحید آجائے اور انفرادی شخصیت فی الواقع توحید کے رنگ میں رنگی جائے۔ انسان واقعتاً اللہ کا بندہ بن جائے جیسا کہ اس کا بندہ بننے کا حق ہے، پھر اس کی بندگی میں کسی اور کی بندگی کا شائبہ نہ ہو۔ وہ بندگی خالص اللہ کی بندگی ہو۔ اگر اللہ کے سوا کسی اور کا کہنا مانا جارہا ہو، اللہ کے حکم کے خلاف کسی اور کا حکم بجالایا جارہا ہو تو یہ توحید نہیں ہے، بغاوت اور سرکشی ہے، طغیان ہے۔ لیکن اگر اللہ کے حکم کے تابع کسی کا حکم مانا جائے، اس سے آزاد ہو کر نہ مانا جائے، تو یہ توحید ہے۔ اس طرح اگر انسان اپنی انفرادی زندگی میں حقیقی طور پر اللہ کا بندہ بن جائے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پھیرا ہوں تو یہ توحید کا تقاضا اور یہ عمل کے اعتبار سے انفرادی توحید ہے۔

اسی انفرادی عملی توحید کا ایک اہم پہلو توحید فی الدعا ہے۔ اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ" دعا ہی عبادت کا جوہر ہے۔ ایک موقع پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةِ" دعا ہی اصل عبادت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی حاجت روائی، دست گیری اور اعانت و امداد کے لئے غیب میں سے جس کو پکارتا ہے وہی اس کا اصل معبود ہے۔ پس توحید فی العبادۃ اور توحید فی الدعاء، یہ انفرادی توحید کا پہلا درجہ ہے۔ الغرض توحید اعتقادی کو عام الفاظ میں ایمان اور توحید عملی انفرادی کو عمل کا نام دیا جاسکتا ہے۔

دوسرا درجہ: اجتماعی توحید:

اب انفرادی سطح اور انفرادی وجود سے جو توحید نکلے گی وہ لازماً متعدی ہو گی۔ جیسا کہ اگر کسی جگہ آگ ہے اور اس میں حرارت ہے تو یہ حرارت آگ میں محدود نہیں رہتی، بلکہ وہ ماحول میں سرایت کرتی ہے۔

آپ آگ پر کوئی چیز رکھیں گے یا اس میں ڈالیں گے تو وہ چیز بھی گرم ہو جائے گی۔ اسی طرح برف میں ٹھنڈک ہے تو وہ برف تک محدود نہیں رہے گی، وہ بھی ماحول میں سرایت کرے گی۔ آپ برف کو پانی میں ڈالیں گے تو برف پانی کو بھی ٹھنڈا ر دے گی۔ یہ قانونِ طبعی ہے۔ اسی مثال سے سمجھئے کہ اگر کسی فرد کے اندر توحید فی الواقع جاگزیں ہو جائے، قائم ہو جائے اور وہ راسخ ہو، پختہ ہو اور حقیقی ہو، دھوکے اور فریب کی نہ ہو، یعنی ایسا نہ ہو کہ بظاہر تو بڑے موحد ہونے کے مدعی ہوں اور بباطن یعنی دل میں صنم خانے آباد ہوں۔ اس حقیقی اور خالص توحید کو لازماً ماحول میں سرایت کرنا چاہیے۔ حقیقی موحد بننے کے لئے لازم ہو گا کہ اللہ کی محبت بھی تمام محبتوں پر غالب آگئی ہو اور دوسری تمام محبتیں اللہ کی محبت کے تابع ہو گئی ہوں۔ اسی طرح اللہ کی اطاعت تمام اطاعتوں سے اوپر ہو گئی ہو اور دوسری تمام اطاعتیں اللہ کی اطاعت کے تحت آگئے ہوں۔ اگر اس طور سے کوئی موحد بن گیا ہو تو ہو نہیں سکتا کہ ایسے موحد کے وجود سے توحید دوسروں تک نہ پہنچے۔ یہ توحید لازماً متعدی ہو گی۔ ایک فرد سے دوسروں تک توحید پہنچنے کا یہ معاملہ ہے دعوت و تبلیغ یعنی لوگوں کو بھی توحید کی طرف بلانا اور پکارنا، اور لوگوں تک بھی توحید کی دعوت کو پہنچانا۔

اس طور پر جب انفرادیت سے اجتماعیت کی طرف قدم بڑھے گا تو اس کا اگلا مرحلہ ہو گا پورے ماحول پر اللہ کی توحید کا سکہ رواں کر دینا۔ یعنی پورا معاشرہ موحد بن جائے، پوری قوم موحد بن جائے، پورا ملک موحد بن جائے، مل کا نظام موحد بن جائے، ملک کا دستور توحید کا مظہر بن جائے۔ یہ مرحلہ سر کر لیا تو اس کا نام اقامتِ دین ہے۔

مختصراً یوں کہا جا سکتا ہے کہ خالص انفرادی سطح پر توحید فی العبادات اور توحید فی الدعا پھر اجتماعی سطح پر دعوت و تبلیغ، پھر ان دونوں مراحل سے اگلا قدم اقامت دین تو یہ ہے توحید کامل!۔

لیکن آج ہم توحید کی اسی حقیقت سے ناآشنا ہیں۔ بقول اقبال مرحوم:

زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی
آج کیا ہے؟ فقط اک مسئلہ علم کلام

[ماخوذ از توحید عملی]

سیرت وتاریخ

مولانا عبید اللہ سندھیؒ کا پیغام

علامہ زاہد الراشدی
شیخ الحدیث نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

[جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور میں "مجلس یادگار شیخ الاسلامؒ پاکستان"
کے زیر اہتمام حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے حوالہ سے منعقد ہونے
والے سیمینار میں علامہ زاہد الراشدی کا بیان]

حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے بارے میں گفتگو کے مختلف پہلو ہیں جن میں سے ہر ایک مستقل گفتگو کا متقاضی ہے۔ مثلاً ان کا قبول اسلام کیسے ہوا؟ ضلع سیالکوٹ کے گاؤں چیانوالی کے سکھ گھرانے کے ایک نوجوان نے اسلام قبول کیا تو اس کے اسباب کیا تھے اور وہ کن حالات و مراحل سے گزر کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اسلام کی دعوت و تبلیغ اور غیر مسلموں کو اسلام کی طرف راغب کرنے میں اس سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ بوٹا سنگھ نامی نوجوان جب مسلمان ہوا تو سیالکوٹ سے جام پور اور وہاں سے بھرچونڈی شریف سندھ تک کے سفر کی داستان بھی توجہ کی مستحق ہے۔ بھرچونڈی شریف سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ کی ایک اہم خانقاہ ہے، عارف باللہ حضرت حافظ محمد صدیقؒ اس وقت اس سلسلہ کے سب سے بڑے پیشوا تھے، ان کی خدمت میں مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی حاضری اور حضرت حافظ صاحبؒ سے استفادہ اور کسبِ فیض ایک مستقل موضوع بحث ہے۔ سیالکوٹ کے ایک نو مسلم نوجوان کو وہاں ایسی محبت و شفقت ملی کہ وہ اپنے علاقائی نسبت ہی بھول گیا اور ہمیشہ کے لیے سندھی کا تعارف اختیار کر لیا۔

ابھی ہمارے فاضل دوست ڈاکٹر امجد علی شاکر اپنے خطاب میں بتا رہے تھے کہ مولانا سندھیؒ پہلے صوفی بنے اور پھر عالم دین بنے۔ وہ اسی بات کی طرف اشارہ کر رہے تھے کہ یہ مسلم نوجوان پہلے بھرچونڈی شریف کی خانقاہ پہنچا اور پھر وہاں سے دیوبند کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے بعد دیوبند میں مولانا سندھی کے تعلیم حاصل کرنے اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ کے ساتھ تعلق، استفادہ اور رفاقت کا دور ہے کہ

انہوں نے اپنے وقت کے سب سے بڑے محدث، فقیہ، صوفی اور تحریک آزادی کے عظیم قائد کے معتمد ترین شاگرد اور ساتھی کا مقام کیسے حاصل کر لیا؟

پھر آزادیٔ وطن کی جدوجہد میں ان کے کردار اور محنت و قربانی کا دور آتا ہے کہ اس عظیم مشن کے لیے صرف اپنے ملک میں محنت نہیں کی بلکہ دنیا بھر میں دربدر کی خاک چھانی اور ایک قومی جدوجہد کو بین الاقوامی تحریک میں تبدیل کر دیا۔ مختلف ملکوں کا یہ سفر ہوائی جہاز اور لگژری کاروں کا نہیں بلکہ پیدل یا زیادہ سے زیادہ عام سطح کی پبلک ٹرانسپورٹ کا تھا۔ اس سفر کی ایک جھلک اس واقعہ میں دیکھی جا سکتی ہے جو میں نے اپنے شیخ محترم حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ سے سنا ہے کہ مولانا سندھیؒ نے حضرت شیخ الہندؒ کے حکم پر کابل کا سفر کرنا تھا، وہ سی آئی ڈی کے تعاقب سے بچنے کے لیے ادھر ادھر گھومتے ہوئے دین پور شریف پہنچے تو وہاں بھی ارد گرد مخصوص لوگوں کو نگرانی کرتے ہوئے پایا۔ چند دن وہاں رہے مگر ان کی نگاہوں سے بچ کر نکلنے کی کوئی صورت دکھائی نہ دی۔ ایک دن تیز جلاب کی کوئی دوائی کھالی جس سے سخت اسہال شروع ہو گئے، نگرانوں نے یہ دیکھ کر کہ اب تو یہ دو تین دن تک کسی طرف جانے کے قابل نہیں رہے، نگرانی میں تھوڑی غفلت دکھائی۔ اس سے فائدہ اٹھا کر مولانا سندھیؒ اسی حالت میں وہاں سے نکلے اور چھپتے چھپاتے قندھار کی طرف روانہ ہو گئے اور اپنی منزل تک پہنچ جانے تک کسی کو محسوس نہ ہونے دیا کہ وہ کون ہیں، کہاں سے آرہے ہیں اور کدھر جا رہے ہیں؟

یہ بات بھی تحقیق و مطالعہ کا اہم موضوع ہے کہ اپنی وطنی تحریک کو بین الاقوامی رخ دینے کے لیے اس مرد قلندر نے کیا کیا پاپڑ بیلے۔ اس وقت سلطنت برطانیہ دنیا کی سب سے بڑی طاقت شمار ہوتی تھی اور اس کے حریفوں میں جرمنی، خلافت عثمانیہ اور جاپان نمایاں تھے۔ ان تینوں بڑی قوتوں کو ایک منصوبے پر متفق کر کے آزادیٔ وطن کی قومی تحریک میں تعاون پر آمادہ کر لینا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ اس کے لیے سبھاش چندر بوس، مہندر پرتاب، برکت اللہ بھوپالیؒ، عبید اللہ سندھیؒ اور محمد میاں انصاریؒ جیسے اصحاب عزیمت کا حوصلہ کام آیا۔ اس حوصلہ اور اس کے مظاہر سے آج کی دنیا بالخصوص نئی نسل کو آگاہ کرنے کی ضرورت ہے۔

مولانا سندھیؒ کی زندگی کا ایک پہلو ایک مفکر اور اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور بلند پایہ عالم دین کا بھی ہے، انہوں نے قرآن و سنت کی صرف تعبیر و تشریح نہیں کی بلکہ اپنے دور کی سماجی ضروریات اور معاشی تقاضوں کے ساتھ ان کی تطبیق و توفیق کی راہیں بھی نکالی ہیں۔ ضروری نہیں کہ ان کی ساری تعبیرات کو قبول کیا جائے لیکن ان کا یہ ذوق و جذبہ آج بھی ہم سب کے لیے لائق تقلید ہے کہ قرآن و سنت کے علوم صرف کتب اور درسگاہ کے لیے نہیں ہیں بلکہ ان کا اصل مقام سماج اور معاشرہ ہے۔ قرآن و سنت کی تعلیمات کے ساتھ ساتھ اپنے دور کے سماج اور سوسائٹی سے آگاہی بھی ضروری ہے اور ایک مفکر و مجتہد کا اصل کام یہ ہے کہ وہ قرآن و سنت کی تعلیمات اور سماج کی ضروریات کے درمیان تطبیق و مفاہمت کی راہیں تلاش کرے اور انسانی سوسائٹی کے مسائل و مشکلات کا قرآن و سنت کی روشنی میں حل پیش کرے۔

میں نے مولانا سندھیؒ کی جدوجہد، خدمات اور حیات کے چند پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا ہے جن پر کام کرنے کی ضرورت ہے اور ہمارے فاضل محققین کو اس طرف توجہ دینی چاہیے۔ لیکن آج میں ایک اور پہلو کے حوالہ سے بات کرنا چاہوں گا کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنی تصنیف حجۃ اللہ البالغہ میں قرآن کریم کے اعجاز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ آنے والے دور میں جو نظاموں اور معاشرتی قوانین کے تقابل کا دور ہو گا، اس پہلو کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے کہ قرآن و سنت کا پیش کردہ نظام اور اس کے معاشرتی احکام و قوانین دنیا کے تمام نظاموں سے بہتر ہیں اور انسانی سوسائٹی کے مسائل و مشکلات کو زیادہ بہتر طور پر حل کرتے ہیں۔

اس پس منظر میں مولانا سندھیؒ کی علمی و فکری جدوجہد کو دیکھا جائے تو انہوں نے اپنے دور کے عالمی نظاموں کے درمیان مقابلہ کو وسیع تناظر اور گہری نظر سے دیکھا ہے، انہوں نے ہماری طرح اخباری خبروں اور سنی سنائی باتوں پر اپنے فکر و فلسفہ کی بنیاد نہیں رکھی بلکہ خود ان عالمی نظاموں کے مراکز میں جا کر ان کی اکھاڑ پچھاڑ کا ذاتی طور پر مشاہدہ کیا۔ انہوں نے مغرب کے سرمایہ دارانہ و جاگیر دارانہ نظام کے مقابلہ میں کمیونزم کے ابھرتے ہوئے طوفان کو ماسکو میں بیٹھ کر دیکھا۔ خلافت عثمانیہ کے بکھرنے کے عمل کا استنبول میں رہ کر مشاہدہ کیا، اور عرب قومیت کے نام پر عالم اسلام کا شیرازہ بکھیرے جانے کے مراحل کو مکہ مکرمہ میں بیٹھ کر سمجھا۔ انہوں نے مغرب کے سرمایہ دارانہ و جاگیر دارانہ نظام کے مقابلہ میں ابھرتے ہوئے

سوشلزم کی ان حالات کے تناظر میں تحسین ضرور کی لیکن یہ بات بھی دوٹوک انداز میں واضح کی کہ انسانی سوسائٹی کے مسائل کا اصل حل صرف قرآن کریم میں ہے اور اس کے لیے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فکر و فلسفہ کو راہ نما بنانے کی ضرورت ہے۔

مولانا سندھیؒ کو اس بات کا زندگی بھر قلق رہا کہ ہم مسلمانوں کے پاس اسلام کے عادلانہ سماجی نظام کا کوئی عملی نمونہ عصر حاضر میں موجود نہیں ہے اس لیے سرمایہ دارانہ و جاگیر دارانہ نظاموں سے نجات حاصل کرنے کے لیے دنیا کو کمیونزم اور سوشلزم کی طرف رجوع کرنا پڑ رہا ہے۔ اور وہ اس نمونہ کے قیام کے لیے ساری زندگی محنت کرتے رہے۔ البتہ ان کا دور نظاموں کے تقابل کا دور تھا اور انہوں نے اپنے دور کے نظاموں کے باہمی مقابلہ کا کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فکر و فلسفہ کی طرف لوگوں کی راہنمائی کی۔ مولانا سندھیؒ کی بعض تعبیرات و تشریحات سے اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن ان کی اس بات سے اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ اپنے دور کے مسائل اور تقاضوں کو براہ راست معروضی حالات کے تحت سمجھنا ضروری ہے اور انسانی سوسائٹی کی راہنمائی کے لیے شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فکر و فلسفہ سے راہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

اس پس منظر میں ایک طالب علمانہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پچھلی صدی نظاموں کے ٹکراؤ کی صدی تھی مگر آج کا دور تہذیبوں کے تصادم کا دور ہے۔ مغرب کی تہذیب و ثقافت پوری دنیا بالخصوص عالم اسلام کو اپنے دائرے میں سمیٹ لینے کے چکر میں ہے۔ اس لیے آج کے علماء کرام اور دانش وروں کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ تہذیبوں کے اس تصادم اور ثقافتوں کے اس ٹکراؤ کو سمجھنے کی کوشش کریں، آج کے عصر کا ادراک حاصل کریں، اور اس سولائزیشن وار میں قرآن و سنت کی تعلیمات کی روشنی میں امت مسلمہ بلکہ نوع انسانی کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیں جس کے لیے ولی اللہی فکر و فلسفہ کی روشنی آج بھی ہمارے پاس موجود ہے۔ میرے نزدیک آج کی نسل کے لیے مولانا عبید اللہ سندھیؒ کا پیغام یہی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمت راہنمائی کی توفیق عطا فرمائیں، آمین یارب العالمین۔

تعمیر فکر و کردار

کامیاب لوگوں کے عادات

انجنیئر عادل شاہ

جب ہم اپنی اس زندگی میں کامیاب لوگوں کو دیکھتے ہیں تو چند سوالات ہمارے ذہن میں آتے ہیں۔ انکی روزمرہ کے معمولات کیا ہیں؟ ان کا لائف سٹائل کیسے ہو گا؟ یہ غیر معمولی کامیاب افراد ایسے ناقابل یقین کارنامے کیسے کر لیتے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔

ہر کوئی ان سوالات کے جوابات معلوم کرنا چاہتا ہے اور یقیناً آپ بھی۔ آیئے دیکھتے ہیں وہ کونسی باتیں ہیں جو ان لوگوں کی کامیابی کا سبب بنی۔

خاص مقصد: اس دنیا کا ہر فرد بہت کامیاب ہو سکتا ہے اگر وہ اپنی زندگی کا ایک خاص مقصد متعین کر لیں اور اپنے مقصد کو پانے کے لیے ایک درست سمت کا انتخاب کر لیں۔ کامیاب لوگوں کا زندگی کا ایک خاص مقصد اور ہدف ضرور ہوا کرتا ہے۔

منظم زندگی: کامیاب لوگوں کے عادات میں جو سب سے اہم عادت ہے وہ انکی منظم زندگی ہے۔ منظم زندگی سے مراد منصوبہ بندگی کرنا اور اھداف ہیں ترجیحات کا مقرر کرنا ہے۔ ہفتے میں چھٹی کا دن باقی ہفتے کی منصوبہ بندی کے لیے بہترین موقع ہوتا ہے۔

مثبت رویہ: کامیاب لوگ مثبت رویہ رکھتے ہیں۔ بہت سے کامیاب لوگوں کے قول کے مطابق صرف مثبت رویہ رکھنا کامیاب ہونے کے لیے کافی نہیں۔ بلکہ یہ کامیابی کی بنیادی وجوہات میں سے ایک ہے۔

سماجی روابط: کامیاب لوگ اپنے ارد گرد کے لوگوں کو اہمیت دیتا ہے اور انکے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ اپنے ارد گرد کے لوگوں کو اہمیت دینے سے انکے دلوں میں آپکی محبت بڑھے گی۔ ایک اندازے کے مطابق دنیا کے 79 فیصد کامیاب افراد باجود بہت مصروفیات کے مہینے میں 5 گھنٹے سماجی روابط کو دیتے ہیں۔

آرام و سکون: کامیاب لوگوں کے عادات میں ایک دلچسپ عادت پر سکون رہنا ہے اسکے لئے باقاعدہ مراقبہ کا اہتمام کرتے ہیں۔ یقیناً پر سکون وہ لوگ ہو سکتے ہیں جو منظم زندگی گزارتے ہیں۔

خود انحصاری: ایک باصلاحیت ٹیم اور گروپ ضروری ہے لیکن کامیاب لوگوں کا انحصار دوسروں پر کم اور خود پر زیادہ ہوتا ہے۔ خود انحصاری کی وجہ سے آپکو دوسروں سے گلے شکوے کی نوبت نہیں آئیگی۔

خود پر قابو: کامیاب لوگ اپنے جذبات کو قابو رکھنا جانتے ہیں۔ مایوسی اور کم ہمتی انکے حوصلے کو شکست نہیں دیتی۔ وہ جانتے ہیں کہ انکا ایک جذباتی فیصلہ سالوں کی محنت ضائع کر دیتی۔

مستقل مزاج: کامیاب لوگ نہ صرف مشکلات اور ناسازگار حالات کا سامنا کرتے ہیں بلکہ اپنے ناکامیوں کو آئندہ زیادہ کوشش کرنے کی حوصلہ افزائی کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

صحیح معلومات حاصل کرنا: کسی شخص یا موضوع کے بارے میں اُس وقت تک فیصلہ یا رائے نہیں دیتے جب تک متعلقہ چیز کے بارے میں پوری معلومات نہ ہو۔

وسیع النظر: جب تک آپ تمام اوقات میں تمام لوگوں کی طرف ایک وسیع ذہن کو برقرار نہیں رکھتے آپ ایک عظیم اور مقناطیسی شخصیت نہیں بن سکتے۔ جب آپ وسیع النظر ہونگے تو ہر قسم کے لوگ آپکی طرف راغب ہونگے۔

سفارتکار: انڈریو کارنیگی (مشہور بزنس مین) اپنی کامیابی کا راز یہ بتاتے ہیں کہ میں نے کبھی اپنے ملازموں کو کام کرنے کا حکم نہیں دیا لیکن پھر بھی وہ معیار پر پورا اترتے کیونکہ میں ان سے سفارتی انداز میں پیش آتا ہوں ان کو نرمی سے سمجھاتا اور کام نکلواتا ہوں۔

بولنے سے زیادہ سننا: کامیاب لوگ اپنے مکالمات کو دوسروں سے سیکھنے کے لئے استعمال کرتے ہیں نہ کہ اپنی قدر بڑھانے کے لئے۔

تمام امور پر نظر رکھنا: کامیاب لوگ اپنی ارد گرد تمام امور پر نظر رکھتے ہیں چاہیں اسکو اچھے لگے یا بُرے۔ صرف ان کاموں پر توجہ نہیں دیتے جس میں انکی دلچسپی ہو۔

متوازن زندگی: کامیاب لوگوں ہر وقت اینڈ اپر کام نہیں کرتے بلکہ اپنے لئے اور اپنے خاندان کے لئے بھی وقت نکالتے ہیں۔ یہ انکے ری چارج ہونے کا ذریعہ ہوتا ہے۔

دوسروں پر خرچ کرنا: کامیاب لوگوں کو دوسروں کو دینے کی عادت ہوتی ہے۔ رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے۔ اور مخلوق خدا کے کام آتے ہیں۔ یہ صرف اپنی نہیں بلکہ پوری سوسائٹی کی کامیابی کے خواہاں ہوتے ہیں۔

اگلے دن کی منصوبہ بندی: کامیاب افراد رات کو سونے سے پہلے اگلے دن کے لیے کرنے کے کام لسٹ To Do List بناتے ہیں اور ذہنی طور اگلے دِن کے لئے پر تیار رہتے ہیں۔

صبح سویرے اٹھنا: کامیاب لوگ صبح سویرے اٹھتے ہیں کیونکہ جتنی جلدی وہ صبح کرینگے اتنا زیادہ وقت کام کرنے کے لئے ہو گا۔ انگریزی محاورہ ہے۔ The early bird will catch the warm.

ورزش کرنا: روزانہ ورزش آپ کو صحت مند اور آپ کے دماغ کو تازہ رکھتا ہے۔ جسکی وجہ سے آپ فعال رہتے ہیں اور بڑھاپا جلدی نہیں آتا۔ ایک رپورٹ کے مطابق دنیا کے 70 فیصد کامیاب ترین لوگ روزانہ ورزش کرتے ہیں۔

اپنا خیال رکھنا: کامیاب لوگ اپنی صحت، خوراک اور صفائی کے حوالے سے خصوصی خیال رکھتے ہیں۔ کم اور اچھا کھانا، روزانہ ورزش کرنا اور صفائی کا اہتمام کرنا انکی عادت ہے۔ ایلون مسک (Elon Musk) جو ٹیسلا موٹرز کے CEO ہے سے پوچھا گیا آپکی روزانہ کونسی عادت نے آپکی زندگی پر بڑا مثبت اثر چھوڑا ہے جواب میں کہہ دیا Showring روزانہ نہانا۔

مطالعہ: کامیاب لوگوں کے مطابق مطالعہ وہ چیز ہے جسکے بغیر کامیابی ناممکن ہے۔ مطالعہ آپکی ذہنی نشو نما کرتا ہے۔ وارن بفٹ جو دنیا میں کامیاب ترین بزنس مین سمجھا جاتا ہے، ان سے پوچھا گیا کامیابی کی کنجی کیا ہے؟ انہوں نے کتابوں کی طرف اشارہ کیا اور کہا روزانہ 500 صفحات مطالعہ کیا کرو اور آپ کر سکتے ہیں لیکن میں گارنٹی دیتا ہوں آپ کرینگے نہیں۔

وارن بفٹ روزانہ 600 سے 1000 صفحات مطالعہ کرتے ہیں اور اپنے دن کا 80 فیصد وقت مطالعہ کو دیتے ہیں۔

تزکیہ وتربیت

گزارا

خالد رحمٰن
ڈائریکٹر IPS اسلام آباد

ایک ٹانگ سے معذور اس شخص نے بیساکھی کے سہارے چلتے ہوئے کئی گاڑیوں کو رکنے کا اشارہ کیا اور بالآخر اسے گھر پہنچنے کے لیے لفٹ مل ہی گئی۔

کیا کرتے ہو؟ گاڑی میں موجود صاحب نے اس سے سوال کیا۔

اخبار بیچتا ہوں جی!

کتنے اخبار روزانہ بیچ لیتے ہو؟

صاحب کے دل میں اس خستہ حال معذور شخص کے لیے عزت بڑھ گئی۔

۷۰/۶۰ اخبار بک جاتے ہیں۔ معذور شخص نے جواب دیا۔

کتنے پیسے بچ جاتے ہیں؟ صاحب کا اگلا سوال تھا۔

بس جی روزانہ سو روپے تک ہو جاتے ہیں۔

اور کتنے گھنٹے کام کرتے ہو؟ صاحب کی دلچسپی بڑھتی جا رہی تھی۔

صبح ۶ بجے یہاں چوک پر پہنچ جاتا ہوں۔ پھر جب تک بھی اخبار بک جائیں یہیں رہتا ہوں۔ کبھی اخبار جلد ختم ہو جائیں تو واپس چلا جاتا ہوں، ورنہ کھڑے کھڑے تھک جاؤں یا وقت زیادہ ہو جائے تو واپس جانا ہی ہوتا ہے۔

اور یہ ٹانگ کیسے ضائع ہوئی؟ جواب میں اس نے بتایا کہ کسی بیماری میں اس کی ٹانگ ضائع ہو گئی تھی۔

منزل قریب آ رہی تھی۔ گاڑی روکتے روکتے صاحب نے ایک آخری سوال کیا: اچھا تو اخبار بیچ کر کچھ گزارا ہو جاتا ہے؟

مشکل تو ہوتی ہے جی! لیکن اللہ کا شکر ہے گزارا ہو ہی جاتا ہے۔ معذور شخص نے گاڑی سے اترتے اترتے صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جواب دیا۔

صاحب نے گاڑی آگے بڑھادی۔ ان کے دائیں بائیں آگے پیچھے ہر طرف گاڑیاں رواں دواں تھیں۔ ان گاڑیوں میں بیٹھے اُن جیسے خوش حال لوگ اور یہ غریب معذور اخبار بیچنے والا! ان کا ذہن خود بخود موازنے میں مصروف ہو گیا۔

"اللہ کا شکر ہے کہ گزارا ہو ہی جاتا ہے"۔ ان کے ذہن میں بار بار یہ الفاظ گونج رہے تھے۔ ان خوش حال اور متمول لوگوں کے پاس دنیا کی کون سی سہولت ہے جو موجود نہیں۔ بیش تر کے پاس اپنا گھر، نوکر چاکر، جائیداد، سواری، بنک بیلنس، سیر و تفریح کے مواقع، اعلیٰ تعلیم کی سہولتیں، غرض ہر چیز ہی دستیاب ہے لیکن ان سے گفتگو کی جائے تو شکر کے بجائے بالعموم شکایتوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ سامنے آئے گا۔

زمین و آسمان میں پھیلی اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں سے استفادہ کرتے ہوئے وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ان نعمتوں کے حصول میں ان کا کوئی کمال نہیں، بلکہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کا احسان ہے کہ اس نے انہیں اتنے اچھے حال میں رکھا ہوا ہے۔ در حقیقت اس کا اثر ان پر یہ ہونا چاہیے کہ وہ اپنی زبان اور عمل سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ اپنے ارد گرد رہنے والے لوگوں اور معاشرے سے اپنے لیے مزید حاصل کرنے کے بجائے معاشرے کو اور معاشرے میں موجود ضرورت مندوں کو کچھ دینے کی کوشش کریں کہ یہی عملی شکر ادا کرنے کی بہترین صورت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار اپنی مختلف نعمتیں یاد دلا کر شکر کی تاکید کی ہے۔ شکر ادا کرنے کا یہ تقاضا اس لیے ہے کہ انسان یہ نہ سمجھنے لگے کہ اللہ کے فضل و کرم کے علاوہ بھی ان نعمتوں کا کوئی استحقاق اسے حاصل تھا، اور شکر در حقیقت محض زبان سے چند الفاظ ادا کر دینے کا نام نہیں بلکہ یہ در اصل دل کے اس لطیف احساس کا نام ہے جس کے سبب ہم اپنے محسن کے احسان کا اعتراف کرتے ہیں۔ اس کے لیے سراپا سپاس بنتے ہیں اور کوشش اور خواہش کرتے ہیں کہ اس کی پسند کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال سکیں۔ شکر کی یہی وہ حقیقی کیفیت ہے جس کے بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کہ: اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تم کو اور بڑھاؤں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بڑا ہی سخت ہے [ابراہیم:۱۴:۷] اور ایک اور جگہ فرمایا: "اور ہم شکر کرنے والوں کو جزا دیں گے" [آل عمران ۳:۱۴۵]

تزکیہ وتربیت

سعادت اور شقاوت کی علامت

مولانا عبد الباری راشد
مدرس جامعہ تبلیغ القرآن یوسف آباد پشاور

امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ کسی بندے کی سعادت اور نیک بختی کی ظاہری علامت یہ ہے کہ جب اس کے علم میں اضافہ ہوتا ہے تو اس کی تواضع اور عاجزی اور لوگوں کے ساتھ رحمدلی بڑھتی ہے۔ اور جب اس کے عمل میں اضافہ ہوتا ہے تو اللہ تعالی کا خوف بڑھتا ہے اور جب اس کی عمر بڑھتی ہے تو اس کے حرص میں کمی آجاتی ہے اور جب اس کا مال زیادہ ہو جاتا ہے تو اس کی جود وسخا کی صفت بڑھتی ہے اور جب اس کی قدرو منزلت بڑھتی ہے تو وہ لوگوں کے اور قریب آجاتا ہے اور ان کی ضروریات پوری کرنے لگتا ہے اور لوگوں سے تواضع وعاجزی کے ساتھ پیش آتا ہے۔

اس کے برعکس شقاوت اور بدبختی کی علامت یہ ہے کہ جب کسی بندے کی علم میں اضافہ ہوتا ہے تو اس کے تکبر اور غرور میں اضافہ ہوتا ہے اور جب اس کا عمل بڑھتا ہے تو اس کے فخر اور لوگوں کو حقیر اور اپنے آپ کو اچھا سمجھنے میں اضافہ ہو جاتا ہے اور جب اس کی عمر بڑھتی ہے تو اس کا حرص اور زیادہ ہو جاتا ہے اور جب اس کا مال بڑھتا ہے تو اس میں بخل کی صفت بڑھتی ہے اور جب اس کی قدرو منزلت بڑھتی ہے تو اس کے تکبر وسرکشی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

حالانکہ یہ چیزیں اللہ تعالی کی طرف سے ازمائش ہیں جس کے ذریعے اپنے بندوں کو ازماتا ہے جس کے نتیجے میں کچھ لوگ سعادت مند جبکہ کچھ بدبخت بن جاتے ہیں۔ دنیوی نعمتیں اور کرامات، حکومت، سلطنت اور مال وغیرہ امتحان اور ازمائش ہے جیسا کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کا قول اللہ تعالی نے نقل فرمایا ہے کہ جب انہوں نے بلقیس کا عالی شان تخت اپنے پاس پایا تو فرمایا:

هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ [النمل:۴۰]

مصائب کی طرح نعمتیں بھی اللہ تعالی کی طرف سے ابتلاء وازمائش کے لیے ہوتی ہے جس کے ذریعے شکر گزار بندوں کی شکر گزاری اور ناشکرے بندوں کی ناشکری ظاہر ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالی نعمتوں اور مصیبتوں دونوں کے ذریعے بندوں کو ازماتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ كَلَّا [الفجر:۱۷،۱۶،۱۵]

ترجمہ: انسان (کا یہ حال ہے کہ) جب اسے اس کا رب آزماتا ہے اور عزت ونعمت دیتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے مجھے باعزت بنایا۔ اور جب وہ اس کو آزماتا ہے اور اس کی روزی تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے میری اہانت کی (اور ذلیل کر دیا) ایسا ہر گز نہیں۔

ہر گز ایسا نہیں کہ جس کسی کو اللہ تعالی رزق کی فراخی اور دوسری نعمتوں سے نوازے تو یہ حقیقت میں بھی اللہ تعالی کی طرف سے اس کا اکرام واعزاز ہو، اور نہ ہی ایسا ہے کہ جس کا رزق اللہ تعالی تنگ کر دے اور مصائب میں مبتلا کر دے تو یہ اللہ تعالی کی طرف سے اس کی اہانت ہو۔ ایسا بالکل نہیں بلکہ بندوں پر یہ دونوں قسم کے حالات بطور ازمائش آتے ہیں۔

اللہ تعالی ہمیں اپنے سعادت مند بندوں میں شامل فرما کر شقاوت وبد بختی کے کاموں سے محفوظ رکھے۔ امین۔ [ماخوذ از الفوائد لامام ابن قیمؒ]

نیا سال منانے کا طریقہ

الحمد للہ میں مسلمان ہوں، میں عیسائیوں، یہودیوں اور سیکولر ولادین لوگوں کے طرز پر آتش بازی، غل غپاڑہ، موسیقی، ناچ گانے، پٹاخے، فائرنگ اور دیگر اللہ کے ناراضگی والے اعمال کر کے نئے سال کی خوشی نہیں مناتا، ہاں اتنا ضرور ہے کہ میں اپنے اور پوری اُمت کے گناہوں پر توبہ کرتا ہوں اور ربّ العالمین سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ 2017ء کو اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کا سال بنادے اور 2016ء میں جو دلخراش مناظر ہمیں برما، شام، وغیرہ میں دیکھنے کو ملے ان سے ہمیشہ کے لیے ہمیں محفوظ فرمادے۔ (آمین)

تعلیم و تربیت

آخری نصیحت

مولانا عابد علی پشاوری
مدرس جامعہ تبلیغ القرآن یوسف آباد پشاور

امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں میں سے امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیمؒ کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ ان کی پیدائش شیخ زاہد الکوثریؒ کی تحقیق کے مطابق سن 93 ہجری اور وفات سن 182 ہجری میں ہے۔ امام ابو یوسفؒ 17 سال تک مسلسل امام اعظم کی خدمت میں حاضری دیتے رہے۔ پابندی ایسی کہ ایک دن بیٹے کا انتقال ہو گیا، اس دن بھی سبق سے ناغہ نہیں فرمایا، بلکہ کفن دفن کا انتظام اقارب کے ذمے کر کے خود سبق میں پہنچے۔ امام ابو یوسفؒ 166 ہجری سے 182 ہجری تک قاضی القضاۃ رہے۔ اس عرصے میں بڑے عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے کیے۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ نے اپنے اس لائق شاگرد کو جو وصیتیں کی ہیں، وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ ہم اس موقع پر ان وصایا میں سے کچھ نقل کرتے ہیں تاکہ یہ وصیتیں طلبہ کے کام آسکیں اور زندگی کے مختلف مواقع پر وہ ان کو مد نظر رکھیں۔

امام ابو یوسفؒ کو بادشاہوں اور امراء کے متعلق نصیحت کرتے ہوئے امام صاحبؒ نے فرمایا: "اے یعقوب! صاحب سلطنت کی عزت کرنا اور اس کے مرتبے کی بڑائی کو سمجھنا اور اس کے سامنے جھوٹ مت بولنا، لیکن ہر وقت بادشاہ کے پاس مت جانا، جب تک کوئی علمی ضرورت پیش نہ آئے۔ اگر تم اس کے پاس کثرت سے جاؤ گے تو وہ تم کو معمولی آدمی سمجھے گا اور اس کی نظر میں تمہاری کوئی حیثیت نہیں رہے گی۔ بادشاہ کے ساتھ ایسا معاملہ کرو جیسے آگ کے ساتھ کرتے ہو کہ اس سے نفع حاصل کرتے وقت اس سے دور رہو، کیونکہ اگر آگ کے قریب جاؤ گے تو جل جاؤ گے۔

بادشاہ کے سامنے زیادہ نہ بولنا، کیونکہ وہ تمہاری گفتگو کی گرفت کرے گا تاکہ وہ اپنے حاشیہ برادروں کو یہ بتائے کہ میں اس سے زیادہ جانتا ہوں اور وہ تمہارے کلام میں غلطیاں پکڑے گا۔ اس طرح تم اس کے درباریوں میں بے وقعت ہو جاؤ گے۔ جب بادشاہ تمہارے ذمے کوئی کام (عہدہ) لگائے تو اس وقت تک

قبول نہ کرو جب تک کہ تمہیں یقین نہ ہو جائے کہ وہ تمہارے اس مسلک و مذہب سے راضی ہے جو عدالتی فیصلوں کے متعلق تم رکھتے ہو۔

عوام الناس سے تعلقات سے متعلق نصیحت کرتے ہوئے امام صاحبؒ نے فرمایا: ''عوام کے سامنے صرف اسی بارے میں بات کرو جس کے متعلق تم سے سوال کیا جائے۔ معاملات اور تجارت میں سے صرف ان چیزوں کے متعلق بات کرو جن کا علم سے تعلق ہے تاکہ یہ نہ سمجھا جائے کہ تم کو مال سے محبت ہے۔ اگر لوگ ایسا سمجھنے لگ گئے تو وہ یہ سمجھیں گے تم رشوت کی طرف راغب ہو۔

عوام الناس کے سامنے زیادہ مت ہنسو۔ بازاروں میں زیادہ مت جاؤ۔ جو لڑکے قریب البلوغ ہیں ان کے ساتھ بات مت کرو، کیونکہ یہ فتنہ ہیں۔ ہاں چھوٹے بچوں سے بات کرنے اور سر پر ہاتھ پھیرنے میں حرج نہیں۔ راستوں دکانوں پر مت بیٹھو، اگر ضرورت ہو تو مسجد میں بیٹھ جایا کرو۔ بازاروں اور مساجد میں کھانا مت کھاؤ، عام سبیلوں سے پانی مت پئیو۔ پہلے علم حاصل کرو، اس کے بعد مال جمع کرو، پھر نکاح کرو، کیونکہ اگر طالب علمی کے زمانے میں مال جمع کرنے لگ گئے تو علم حاصل نہیں ہو گا۔ اور مال تمہیں لونڈی اور غلام خریدنے کی دعوت دے گا اور تم دنیا میں لگ جاؤ گے۔ نیز حصول علم سے پہلے عورتوں میں مت مشغول ہونا ورنہ تم ضائع ہو جاؤ گے، کیونکہ بچوں کی بہت ساری ذمہ داریاں ہوں گی اور تم ان کی حاجتوں کو پورا کرنے میں لگ جاؤ گے اور حصول علم رہ جائے گا۔

ہر ماہ چند ایام مقرر کر لو جن میں روزہ رکھا کرو تاکہ دوسرے لوگ بھی اس میں تمہاری اقتداء کریں۔ صرف اتنی عبادت پر اکتفا مت کرو جتنی عوام الناس کرتے ہیں۔ موت کو یاد کیا کرو اور اپنے اساتذہ کے لیے استغفار بھی کرو۔ تلاوت قرآن کی پابندی کرو۔ قبروں، مشائخ اور مبارک جگہوں کی زیارت کیا کرو۔ جب مؤذن اذان دے تو مسجد جانے کی تیاری شروع کر دو تاکہ عوام الناس آپ سے پہلے نہ پہنچ جائیں۔ پڑوسی کا کوئی عیب ظاہر مت کرو، کیونکہ یہ امانت ہے۔ مجلس علم میں غصہ کا اظہار مت کرنا۔ نکاح کا خطبہ پڑھنے کا کام اپنے علاقے کے خطیب کے حوالے کر دینا۔ اسی طرح جنازہ اور عیدین بھی ان لوگوں کے حوالے کر دو جو اس کے لیے متعین ہیں۔ مجھے اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھنا اور میری نصیحت قبول کرنا، کیونکہ اس میں تمہاری اور عامۃ المسلمین کی مصلحت ہے۔ ان کے علاوہ بھی بہت سی نصیحتیں امام ابو یوسفؒ کو کی گئی ہیں، یہ تو

میں نے چند ایک نقل کر دی ہیں۔ یہ نصیحتیں بار بار پڑھنے کی ہیں۔ نیز ان کو اپنے اندر اُتار کر ان پر پیرا ہونے سے علماء و طلبہ بہت سی مشکلات سے بچ سکتے ہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ نے اپنے دوسرے شاگردوں کو بھی خصوصی نصیحتیں فرمائی تھیں جن میں سے پانچ تلامذہ کو کی گئی نصیحتیں" مجموعہ وصایا امام اعظم "نامی رسالے میں حضرت مفتی عاشق الٰہیؒ نے جمع فرمادی ہیں۔ ہر طالب علم کو چاہیے کہ ان کو پڑھے اور اپنی زندگی ان کے مطابق گزارنے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق نصیب فرمائے۔

سیرت النبی ﷺ کی مخالفت پر مبنی پروٹیکشن آف منارٹی بل

کم عمری میں اسلام قبول کرنے والے صحابہ کرامؓ

- حضرت علی المرتضیٰؓ — 10 برس کی عمر میں اسلام قبول فرمایا۔
- حضرت عمیر بن ابی وقاصؓ — 16 برس کی عمر میں غزوہ بدر میں شہید ہوئے۔
- معاذؓ بن عمرو بن جموح — 12 یا 13 برس کی عمر میں غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور ابو جہل کو جہنم رسید کیا۔
- معاذؓ بن عفرا — 12 یا 13 برس کی عمر میں غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور ابو جہل کو جہنم رسید کیا۔
- حضرت زید بن ثابتؓ — 11 برس کی عمر میں ہجرت فرمائی۔
- عمیر بن سعدؓ — 10 سال سے کم عمر میں رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پہ بیعت فرمائی۔
- حضرت ابو سعید خدریؓ — 13 برس کی عمر میں غزوۂ احد میں شرکت کے لیے پیش ہوئے۔
- حضرت انس بن مالکؓ — 8 برس کی عمر میں رسول اللہ ﷺ کے خادم خاص بنے۔

نمونے کے طور پر درج بالا اسمائے گرامی پیش کیے گئے، ورنہ کم عمری میں اسلام قبول کرنے والے صحابہ سینکڑوں میں تھے اور ان میں سے اکثر کو خاندان اور معاشرے کی طرف سے سخت ترین رکاوٹ کا سامنا تھا۔۔۔ رسول اللہ ﷺ نے کم سنی میں اسلام قبول کرنے والوں کی بھرپور حوصلہ افزائی فرمائی اور ہمیشہ ان کے ساتھ شفقت کا معاملہ فرمایا۔

نجوم ہدایت

میں کامیاب ہو گیا

عبداللہ فارانی

ایک شخص مدینہ طیبہ میں داخل ہوا۔ اس نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا:

"اے اللہ کے رسول! آپ کچھ مسلمانوں کو میرے ساتھ بھیج دیں تاکہ وہ میری قوم کو اسلام کی دعوت دیں۔"

یہ شخص قبیلہ بنو کلب کا رئیس تھا۔ نام تھا ابو براء عامر بن مالک، نجد سے آیا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اس کی درخواست سن کر فوری طور پر کوئی جواب نہ دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ابو براء کے بھتیجے عامر بن طفیل نے چند دن پہلے نبی اقدس ﷺ کو یہ پیغام بھیجا تھا:

"اے محمد ﷺ آپ مجھے اپنا جانشین بنالیں، یا پھر مدینے والوں پر آپ حکومت کریں اور نجد پر میری حکومت تسلیم کر لیں، اگر آپ نے میری بات کو منظور نہ کیا تو میں ہزاروں جنگجو لے کر مدینے پر چڑھائی کروں گا۔"

ابو براء عامر بن مالک کی درخواست سن کر آپ عامر بن طفیل کے پیغام پر غور کرنے لگے، ادھر ابو براء نے بار بار یقین دلایا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جائے گا اور ان کی سلامتی کا ضامن ہو گا۔

نبی اکرم ﷺ نے ابو براء کی یقین دہانی پر ستر صحابہ رضی اللہ عنہم کو حضرت حرام بن ملحان انصاری رضی اللہ عنہ کی قیادت میں نجد کی طرف بھیجا۔ ان میں زیادہ تعداد انصار اور اصحاب صفہ کی تھی۔ یہ حضرات قرآن کریم کے حافظ تھے اور قراء کے لقب سے مشہور تھے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کو ایک خط بھی دیا۔ یہ خط عامر بن طفیل کے نام تھا۔ [بخاری]

یہ حضرات مدینہ سے رخصت ہوئے اور بیر معونہ نامی مقام پر پہنچے۔ یہ مقام مکہ معظمہ اور عسفان کے درمیان واقع تھا۔ اس مقام کے ایک طرف بنی عامر آباد تھے۔

حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ سیدھے عامر بن طفیل کے پاس گئے اور خط اسے دیا۔ اس بد قسمت نے نبی اکرم ﷺ کے خط کو پڑھنے کی بھی زحمت نہ کی اور اپنے ایک آدمی کو اشارہ کیا۔ اس شخص نے پیچھے سے آکر اپنا نیزہ حضرت حرام رضی اللہ عنہ کی کمر میں مارا۔ نیزہ کمر کے آر پار ہو گیا۔ حضرت حرام نے خون چلو میں لے کر اپنے چہرے اور سر پر ملا اور پکار اٹھے:

"رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔"

اس کے ساتھ ہی زمین پر گرے اور شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد عامر بن طفیل نے اپنے قبیلے بنو عامر کو حکم دیا:

"ان مسلمانوں پر ٹوٹ پڑو اور انہیں قتل کر دو۔"

اس نے آس پاس کے دوسرے قبیلوں کو بھی بلا لیا۔ سب نے مل کر آن کی آن میں ستر صحابہ پر حملہ کر دیا اور سوائے دو کے ان سب کو شہید کر ڈالا۔ بچ جانے والے دو صحابہ میں سے ایک کعب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ تھے، یہ اس حد تک زخمی ہو گئے تھے کہ ان ظالموں نے انہیں مردہ خیال کیا۔ اس طرح یہ بچ گئے، دوسرے صحابی عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ گرفتار ہو گئے تھے، لیکن پھر ان کی قید سے بچ نکلے۔

عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ پہنچ کر یہ افسوس ناک خبر سنائی۔ نبی اکرم ﷺ کو شدید صدمہ پہنچا۔ آپ عام طور پر کسی کے لیے بد دعا نہیں فرماتے تھے، لیکن اس سانحے نے آپ کو اس قدر رنجیدہ کر دیا تھا کہ آپ ایک ماہ تک ان قاتلوں کے لیے بد دعا کرتے رہے۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کو ہمیشہ یاد رکھا۔ آپ کبھی کبھی ان کا ذکر کیا کرتے تھے۔ حضرت حرام رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے مدینہ طیبہ میں تشریف لانے سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے۔ ہجرت کے بعد نبی اکرم ﷺ سے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرتے رہے، پھر دوسروں کو تعلیم دیتے رہے۔ حضرت ام سلیمؓ اور ام حرامؓ ان کی بہنیں تھیں۔ یہ رشتے میں نبی اکرم ﷺ کی خالہ تھیں۔ اس لحاظ سے حضرت حرام رضی اللہ عنہ بھی نبی اکرم ﷺ کے ماموں تھے۔

مسلم میں ہے کہ یہ اکثر قرآن پڑھا کرتے تھے اور رات کو قرآن کا درس دیا کرتے تھے، اسی وجہ سے قاری کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے۔ رات بھر عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے اور صبح تک نماز پڑھتے تھے۔ دن میں اصحاب صفہ کی خدمت کرتے رہتے۔ مسجد نبوی میں پانی بھر کر رکھتے، جنگل سے لکڑیاں لاتے تھے، ان کو فروخت کر کے اصحاب صفہ اور دوسرے مسلمانوں کے لیے کھانے پینے کی چیزیں مہیا کرتے۔ بہت باخلاق تھے، اسی لیے نبی اکرم ﷺ کے بہت قریب ہو گئے تھے۔

رمضان ۲ ہجری میں غزوہ بدر میں حصہ لیا۔ ۳ ہجری میں غزوہ احد میں بھی شریک ہوئے اور بہادری کے جوہر دکھائے۔

جس شخص نے عامر بن طفیل کے اشارے پر ان کی کمر میں نیزہ مارا تھا، اس کا نام جبار بن سلمٰی تھا۔ اس نے بعد میں لوگوں سے پوچھا، "حرام بن ملحان کے اس جملے کا کیا مطلب تھا، رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا"۔ لوگوں نے اسے بتایا کہ اس جملے سے ان کا مطلب تھا، میں جنت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ سن کر جبار نے کہا:

"اللہ کی قسم! انہوں نے سچ کہا تھا۔"

یہ کہہ کر اس نے اسلام قبول کر لیا۔ نبی اکرم ﷺ کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے: مجھے ام حرام اور ام سلیم پر ترس آتا ہے۔ ان کے بھائی نے مظلومانہ شہادت پائی۔

گوشہ خواتین

خواتین اسلام کی دینی و علمی خدمات

مولانا لقمان احمد

اسلامی معاشرہ اللہ پر ایمان، اللہ کی عظمت، اللہ کی قدرت اور اللہ کی وحدت کے عقیدے سے وجود میں آتا ہے۔ ان عقائد اور نظریات پر ایمان صرف مرد نہیں بلکہ خواتین کے لیے بھی ضروری ہے اور اسی کاروان میں مسلمان مرد کے ساتھ مسلمان عورت بھی ہم سفر اور ہم رقاب ہیں۔ اسی طرح دنیا کی چہل پہل اور رونق صرف مردوں کے وجود سے نہیں بلکہ اس کے آباد رکھنے اور اس کے چلانے میں عورتوں کا بھی بڑا حصہ ہے۔ جس طرح دنیاوی امور میں مرد ایک بنیادی ضرورت ہے۔ اسی طرح عورت بھی بنیادی ضرورت کے طور پر میدان عمل میں سرگرم دیکھا جاتا ہے۔ دنیاوی امور کے ساتھ دینی امور جو کہ ایک اہم منصب اور فریضہ ہے اس میدان میں اکیلے مرد نہیں بلکہ عورتوں کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔

تاریخ و سیرت کے اوراق اس سے بھرے پڑے ہیں کہ دینی امور کے جس شعبہ کو دیکھا جائے عورت کا کردار نمایاں نظر آئے گا۔ قرن اول کے عورتوں نے دین کو پھیلانے اور اور دین کے پرچار میں بڑی قربانیاں دی ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ سب سے پہلے دین اسلام قبول کرنے والی شخصیت عورت ہی تھی۔ اور سب سے پہلے اسلام کے قبول کرنے کی پاداش میں جام شہادت نوش کرنے والی بھی عورت ہی تھی۔

یہ بھی تاریخ کی ایک سنہری ورق ہے کہ سیدنا عمرؓ بن الخطاب کے اسلام قبول کرنے کا سبب ان کی بہن سیدہ فاطمہ بنت الخطابؓ بنی۔ سیرت و تاریخ کی کتابوں میں یہ بھی رقم ہے کہ جب ہجرت کا سلسلہ شروع ہوا تو جہاں اپنے دین و ایمان کی حفاظت کے لیے مردوں نے ہجرت کی تو عورتیں بھی ساتھ ساتھ تھیں۔ پھر ان پاکیزہ خواتین نفوس نے جہاد کے مختلف معرکوں میں بھی حصہ لیا۔

اگر علمی میدان کو دیکھا جائے تو جس طرح دیگر شعبوں میں عورت نے اپنی کردار اور منصب کی پاسداری کی ہے اسی طرح علمی شعبہ کو بھی عورتوں نے چار چاند لگایا ہے۔ ام المومنین سیدہ عائشہؓ کو دیکھیے ان کے شاگرد خاص عروۃ بن زبیرؓ ان کے وسعت علمی کا اظہار کن الفاظ میں کرتے ہیں:

مَا رَاَیْتُ اَحَدًا مِنَ النَّاسِ اَعْلَمَ بِالْقُرْآنِ فَرِیْضَةٍ وَلَا بِحَلَالٍ وَلَا حَرَامٍ وَلَا بِشَعْرٍ وَ حَدِیْثِ الْعَرَبِ وَلَا اَنْسَبَ مِنْ عَائِشَةَؓ۔ [تذکرۃ الحفاظ:۱/۲۷]

"میں نے حضرت عائشہؓ سے زیادہ قرآن اور فرائض، حلال و حرام شعر و ادب میں عرب کی تاریخ اور ان کے حسب نسب کو جاننے والا کسی کو نہیں پایا۔"

موسی بن طلحہؒ کہتے ہیں: مَا رَاَیْتُ اَحَدًا اَفْصَحَ مِنْ عَائِشَةَؓ۔ [ترمذی شریف، ابواب المناقب]

"میں نے حضرت عائشہؓ سے زیادہ کسی کو فصیح نہیں دیکھا"

لوگوں کو حضرت عائشہؓ کی واقفیت شعر و ادب سے کہیں زیادہ ان کی طبی معلومات پر حیرت ہوتی تھی۔

ابن ابی ملیکہؒ نے آپ سے کہا آپ کی شاعری پر ہمیں تعجب نہیں ہوتا کیونکہ آپ ابو بکر صدیقؓ کی بیٹی ہیں جن کی فصاحت و بلاغت مانی ہوئی تھی، لیکن طب کہاں سے آپ نے سیکھ لی؟ جواب دیا کہ حضور ﷺ کو جب کوئی مرض لاحق ہوتا تو باہر سے حاضر خدمت ہونے والے وفود اس کا علاج بتاتے اور میں اس کو یاد رکھتی۔ [مستدرک:۴/۱۱]

آپ کی حساب دانی کا یہ حال تھا کہ اکابر صحابہ آپ سے میراث کے مسائل دریافت فرماتے۔

[مستدرک:۴/ ۱۱]

حضرت عائشہؓ کے تلامذہ میں ایک عمرہ بنت عبد الرحمٰن بھی ہیں جن کا تذکرہ ابن عماد حنبلی نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

الفقیهة الفاضلة عمرة بنت عبدالرحمٰن الانصاریة نشات فی حجر عائشة فاکثرت الروایة عنها و هی العدل الضابطة لما یوخذ عنها۔ [شذرات الذہب:۱/ ۱۱]

"فقہ و فضیلت رکھنے والی، عمرہ بنت عبد الرحمٰن جن کی پرورش حضرت عائشہؓ کی گود میں ہوئی اور جنہوں نے حضرت عائشہؓ سے بہت زیادہ روایات کیں قابل اعتبار، ضبط اور حافظہ کی مالک اور ایسی کہ جن کی روایات قبول کی جاتی ہیں"

ان کے متعلق ابن حبانؒ فرماتے ہیں:

كَانَتْ مِنْ اَعْلَمِ النَّاسِ بِحَدِيْثِ عَائِشَةَ [تہذیب التہذیب:۱۲/ ۱۲۹]

"حضرت عائشہؓ کی روایات کی سب سے زیادہ جاننے والی تھیں"

دور تابعین کے نامور محدث اور فقیہ قاسم بن محمدؒ نے امام زہریؒ سے کہا کہ میں تمہارے اندر علم کی تشنگی محسوس کرتا ہوں۔ کیا میں تم کو ایک علم سے بھرے ہوئے برتن کی نشان دہی نہ کروں؟ زہریؒ نے جواب دیا۔ ہاں ضرور۔

کہا جاؤ عمرہ بنت عبد الرحمٰن کی مجلس کو نہ چھوڑو کیونکہ وہ حضرت عاشہؓ کی پروردہ ہیں (اس لیے ان کے علم کی سب سے بڑی وارث بھی ہیں)

امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ ان کے حسب مشورہ میں عمرہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ واقعۃً علم کا نہ ختم ہونے والا سمندر ہیں۔ [تذکرۃ الحفاظ:۱/ ۱۰۶]

حضرت ام سلمہؓ کے متعلق حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

كَانَتْ اُمِّ سَلَمَةَ مَوْصُوْفَةً بِالْجَمَالِ الْبَارِعِ وَالْعَقْلِ الْبَالِغِ وَالرَّأْيِ الصَّائِبِ۔

[الاصابۃ فی تمییز الصحابہ:۴/ ۴۵۹]

"ام سلمہؓ انتہائی حسن کے ساتھ ساتھ پختہ عقل اور درستی رائے سے بھی متصف تھیں"

مروان کو ایک مسئلہ معلوم کرنا تھا، کہتا ہے:

كَيْفَ نَسْأَلُ اَحَدًا عَنْ شَيْئٍ وَفِيْنَا اَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ۔ [مسند احمد جلد:۶/ ۳۲۳]

"جب ہمارے اندر ازواج مطہرات موجود ہیں تو کسی دوسرے سے کیوں اور کس لیے دریافت کریں؟"

چنانچہ اس نے حضرت ام سلمہؓ سے استفسار کرایا تو انہوں نے اس کا مشکل حل کیا۔

صحابہ کرامؓ کے علمی اختلافات اور الجھنوں کے رفع کرنے میں ازواج مطہرات کے علم نے بڑی مدد دی ہے۔

ام سلمہؓ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ بقول علامہ ابن عبدالبرؒ" كَانَتْ مِنْ اَفْقَهِ اَهْلِ زَمَانِهَا"
[الاستیعاب فی اسماء الاصحاب تذکرہ زینب بنت ابی سلمہؓ] اپنے زمانے کی بہت فقیہ تھیں۔

ام سلمہؓ کی ایک باندی ام الحسن نامی تھیں۔ ان کی صلاحیتوں کا یہ عالم تھا کہ عورتوں کو باقاعدہ وعظ و تبلیغ کیا کرتی تھیں۔ [طبقات ابن سعد:۸/ ۳۵۰]

ام المؤمنین حضرت صفیہؓ کے متعلق امام نوویؒ کا قول ہے:

كَانَتْ عَاقِلَةً مِنْ عُقَلَاءِ النِّسَآءِ [تہذیب الاسماء والصفات:۶/ ۳۴۹]

"صاحب عقل و دانش خواتین میں سے تھیں"

حضرت صفیہؓ کے علم سے امت کو کتنا فائدہ پہنچا، اس کا اندازہ صہیرہ بنت حیفر کے اس بیان سے کیا جا سکتا ہے۔ کہتی ہیں ہم چند خواتین حج سے فراغت کے بعد مدینہ گئیں اور حضرت صفیہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ دیکھا کہ وہاں پہلے ہی سے کوفہ کی کچھ عورتیں بیٹھی ہوئی ہیں۔ ہم نے ان سے بیوی و شوہر سے متعلق مختلف مسائل اور حیض و نبیذ کے احکام دریافت کیے۔ [مسند احمد:۶/ ۳۳۷] پتہ نہیں اس طرح کتنے علاقوں کے لوگوں نے کتنے مسائل میں ان سے رہنمائی حاصل کی ہو گی۔

حضرت ابو درداءؓ کی بیوی ام درداءؓ کے علم و فضل کا پایہ اتنا اونچا تھا کہ امام بخاریؒ نے ان کے عمل سے اپنی کتاب صحیح بخاری میں استدلال کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

كَانَتْ اُمِّ الدَّرْدَآءِ تَجْلِسُ فِيْ صَلَاتِهَا جَلْسَةَ الرَّجُلِ وَكَانَتْ فَقِيْهَةً۔

[صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب سنۃ الجلوس فی التشہد]

"ام درداء تشہد میں اسی طرح بیٹھی تھیں جس طرح مرد بیٹھتا ہے اور وہ فقیہ تھیں۔ (اس لیے ان کا عمل قابل حجت ہے)"

حضرت انسؓ کی والدہ ام سلیمؓ بڑے اونچے درجہ کی صحابیہ تھیں جن کی بزرگی کا ذکر حافظ ابن حجرؒ نے ان الفاظ میں کیا ہے:

وَمَنَاقِبُهَا كَثِيْرَةٌ شَهِيْرَةٌ [تہذیب التہذیب:۱۲/ ۴۷۲]

"ان کے فضائل و مناقب بہت زیادہ ہیں اور کافی مشہور ہیں"

امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

وَقَدْ كَانَتِ الصَّحَابَةُ يَخْتَلِفُوْنَ فِي شَيْئٍ فَتَرْوٰى لَهُمْ اَحَدٰى اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَيَأْخُذُوْنَ بِهٖ وَيَرْجِعُوْنَ اِلَيْهِ وَيَتْرُكُوْنَ مَا عِنْدَ هُمْ لَهٗ۔[زاد المعاد:۴/ ۲۲۱]

"صحابہ کرامؓ کے درمیان کسی چیز میں اختلاف ہوتا اور امہات المؤمنین میں سے کوئی نبی ﷺ سے اس سلسلہ میں کوئی حدیث بیان کرتیں تو وہ اس کو فوراً قبول کر لیتے اور اپنے تمام اختلافات کو چھوڑ کر اس طرف رجوع کرتے۔"

عورتوں کی اس قابلیت سے معاشرے کو کیا فائدہ پہنچا اور ان کی صلاحیتوں نے دین و علم کے کن گوشوں کو تب و تاب بخشی؟ ان سوالات کا جواب تاریخ کے صفحات یہ دیتے ہیں کہ زندگی کہ ہر میدان میں ان کے نقوش فہم و بصیرت نے رہنمائی کا کام دیا ہے اور وہ مردوں کے دوش بدوش کی ہدایت کا فریضہ انجام دیتی رہی ہیں۔

لمحہ فکریہ:

کیا آج کل کی عورتیں اسلام کا دم نہیں بھرتی؟ کیا ان کو اسلام سے نسبت اور تعلق نہیں ہے؟ کیا ان کو حضور سرور کائنات ﷺ کی امت ہونے کا دعویٰ نہیں ہے؟ اگر دعویٰ ہے اور ضروری ہے تو پھر اسلام کے سیکھنے سکھانے اور اپنے فرائض کو پہچان کر عمل پیرا ہونے اور دین کی دعوت اور اقامت کے لیے کیوں حرکت نہیں کرتی؟ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ لباس اور زیور میں کافر و مشرک لیڈیز کی پیروی کرتی ہیں، مجلس میں بیٹھیں تیری میری برائی شروع کر دی، آپے میں پھولے نہیں سماتیں، اپنی بڑائی کے تصور میں کسی کو اپنے سامنے کچھ نہیں سمجھتیں، اس طرح کے غیر اسلامی کاموں میں ایک دوسرے سے آگے ہیں۔ آخرت کا ذرا فکر نہیں، زمین کا پیوند بننا ضروری ہے مگر وہاں کیا بنے گا اور وہاں کے لیے کیا کر کے لے جا رہی ہیں، اس کا کچھ دھیان نہیں، نماز پر نماز غارت کرتی رہتی ہیں، روزے پر روزہ چھوڑتی چلی جاتی ہیں، زیور کی حرص ہے، مگر زکوٰۃ کا دھیان نہیں، دین کی دعوت اور اقامت کا ذرا بھی فکر نہیں، کیا یہی مسلمانی ہے؟؟؟

گوشہ خواتین

گھریلو دستور

مقصود احمد

گھر کے لیے بھی ویسا ہی ایک دستور اور قانون ہونا ضروری ہے جیسے کسی ریاست یا ملک کے لیے ہوتا ہے۔ ڈاکٹر عبد الکریم بکار صاحب شامی شہری ہیں اور معاشرے میں ذات و اجتماعی تعلق، تربیت اور اسلامی احیاء پر ریسرچر ہیں، دنیا بھر میں اپنے منفرد مقالات کی بناء پر جانے جاتے ہیں۔ اسی موضوع پر چالیس سے زیادہ کتابوں کے مولف ہیں، سعودی عرب کی ہر یونیورسٹی میں پڑھا چکے ہیں۔ کئی ٹی وی چینلوں پر اپنے اختیار کردہ شعبے کے بانی اور سینکڑوں رسالوں اور اخبارات کی جان ہیں۔ آپ کہتے ہیں: والدین ہر گز ہر گز اس بات کے انتظار میں نہ رہیں کہ تعلیم گاہیں اپنے فرائض پورے کر کے ان کی اولاد کو اچھا شہری بنائیں، انہیں خود اس ذمہ داری کو پورا کرنا ہو گا کہ انفرادی طور پر اپنے بچوں کو معاشرے کا ذمہ دار فرد بنائیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ والدین گھروں میں ہی کچھ ایسے ہلکے پھلکے قانون بنا دیں جن پر عمل کر کے بچوں کے کردار میں پختگی آئے اور ان میں احساس ذمہ داری پیدا ہو۔ انہوں نے اس ضمن میں چند نکات تیار کیے ہیں، والدین کو ان میں جو مناسب لگیں وہ اختیار کر لیں یا ان میں ترمیم و اضافہ کر لیں۔

- گھر کا ہر فرد نماز کو اپنے وقت پر ادا کرے گا۔
- گھر کا ہر فرد روزانہ قرآن مجید کی تلاوت کرے گا۔
- برائے مہربانی، یا اس جیسے شکریہ کے کلمات بنیادی ضوابط ہوں گے جن سے کوئی بھی بری نہیں ہو گا۔
- کوئی مار پٹائی، کوئی گالی گلوچ، کوئی لعن طعن یا کوئی ایسی بات نہیں ہو گی جس سے بد ذوقی کا احساس ہو۔
- اپنے محسوسات اور خیالات کو ادب و احترام اور وضاحت کے ساتھ بتا دیجئے۔
- جو کوئی بھی جس جس چیز کو (دروازہ، کھڑکی، ڈبا، پلیٹ) کھولے گا اسے بند بھی کرے گا، اٹھائی ہوئی چیز استعمال میں لانے کے بعد اپنی جگہ رکھے گا، کچھ گر جائے تو اسے اٹھائے گا اور جگہ کو اُس سے زیادہ صاف کرے گا جیسے پہلے تھی۔

- آپ کا کمرہ، الماری، بستر خالص آپ کی ذمہ داری ہے۔
- جو کوئی بات کرے گا اُسے ٹوکے بغیر سنی جائے گی اور بات کو درمیان میں سے کوئی نہیں کاٹے گا۔ اگر غلط ہو تو نرمی اور سنجیدگی سے سمجھایا جائے گے اور پھر وہ بھی توجہ سے سن کر صحیح بات مانے گا۔
- گھر میں آتے اور جاتے ہوئے سلام کرنا ہو گا۔
- جو ہم سے ملنے آئے وہ بھی ہمارے قوانین کا احترام کرے گا۔
- گھر کا کوئی بھی فرد اپنے کمروں میں جا کر کچھ نہیں کھائے گا۔
- رات کو دس بجے یا مقررہ وقت کے بعد کوئی بھی نہیں جاگے گا۔
- والدین اور بڑوں کے لیے احتراماً کھڑا ہونا، اُن کے سر پر بوسہ دینا اور ادب سے پیش آنا ضروری ہو گا۔
- گھر میں مل بیٹھتے وقت میں کسی قسم کی مواصلاتی ڈیوائس (فون / پیڈ) کا استعمال منع ہو گا۔
- کھانے پینے کے وقت میں سب کی حاضری اور شمولیت ضروری ہو گی یا بصورت دیگر تمام اہل خانہ دن یا ہفتہ میں اجتماعی طور پر ایک بار ضرور کھانے میں شریک ہوں۔
- رات دس بجے کے بعد کسی قسم کی تعلیمی سرگرمی کی بھی اجازت نہیں ہو گی۔
- گھر کے سارے افراد گھر اور گھر میں موجود ہر شے کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔
- ہر کوئی اپنا کام خود کرے گا، کوئی کسی دوسرے پر حکم نہیں جھاڑے گا البتہ اخلاقاً ایک دوسرے سے تعاون ضرور کریں ہاں مگر گھر کے سربراہان اپنا کام کسی کو کہہ سکتے ہیں۔
- گھرانے اور اُس کی ضروریات کسی بھی دوسری ضرورت پر مقدم اور پہلے کی جانے والی شمار ہوں گی۔
- کوئی بھی کسی کے کمرے یا علیحدگی والی جگہ پر دروازہ کھٹکھٹائے یا اس کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو گا۔

ڈاکٹر محمد راتب نابلسی کہتے ہیں کہ میں نے اس مضمون کو بہت ہی مفید پایا ہے۔ والدین کو چاہیے کہ اسے اہمیت دیں کیونکہ اولاد کی تربیت ایک ایسا مشکل کام ہے جسے ہفتے کے سات دن اور دن کے چوبیس گھنٹے کرنا ہوتا ہے تربیت میں ناغہ نہیں۔

حالات حاضرہ

اول آں بنیاد را ویراں کند

اوریا مقبول جان

ملت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ کے لیے بیتاب علامہ اقبال ہر گھڑی اس تلاش میں سرگرداں رہتے کہ وہ کونسا ایسا راستہ ہو گا جس پر چلنے سے یہ امت پستی سے نکل کر ماضی کی رفعتوں کو چھو سکے گی۔ صاحبان نظر کی تلاش میں علامہ اقبال عمر بھر محو سفر رہے اور صاحبان نظر بھی اقبال پر محبتوں کے پھول نچھاور کرتے رہے۔ اقبال کا کلام جس الہامی فکر سے مزین ہے وہ کسی کشف سے کم نہیں ہے۔ ایسی ہی ایک حالت کشف میں اقبال پر یہ ظاہر ہوا کہ لاہور میں ایک صاحب نظر چند روز کے لیے تشریف لائے ہیں اور سید علی ہجویری کی مسجد میں مقیم ہیں۔

علامہ اقبال نے عبدالمجید سالک سے کہا کہ ان کے پاس کسی دن جانا ہے کیونکہ ان کے پاس میرے اس سوال کا جواب موجود ہے کہ اس امت مسلمہ کی تعمیر نو کیسے ہو سکتی ہے۔ عبدالمجید سالک روز یاد کراتے، اقبال صبح بیدار ہو کر روایتی سستی میں پڑ جاتے، علی بخش حُقہ تازہ کرتا اور وہ اس کے کش لگاتے ملاقاتیوں سے محو گفتگو ہو جاتے۔ ایک دن ایک وہ صاحب اقبال کے گھر تشریف لائے، علی بخش نے دروازے پر استقبال کیا۔ فرمانے لگے اقبال تو اپنی سستی کی وجہ سے ملنے نہیں آ سکا، لیکن اس کے ایک سوال کا جواب میرے پاس تھا اور پھر جواب کے طور پر مولانا روم کا یہ شعر علی بخش کو تھما دیا۔

ہر بنائے کہنہ کہ بادن کنند
اول آں بنیاد را ویراں کنند

(ترجمہ: اگر تم چاہتے ہو کہ ایک نئی عمارت تعمیر کی جائے تو اس کے لیے پہلی عمارت کو بنیاد سے مسمار کرنا ضروری ہے)

اقبال نے یہ جواب سنا اور علی بخش سے ان صاحب کو اندر لانے کے لیے کہا اور خود بھی پیچھے پیچھے چل پڑے لیکن وہ صاحب نظر اقبال کے اس سوال کا جواب دے کر جا چکے تھے۔

امت مسلمہ ہی نہیں بلکہ دنیا میں جہاں کہیں بھی حالات سدھرے ہیں، انقلاب آیا ہے، قوموں نے ترقی کی منزلوں کو چھوا ہے تو ایک بات تاریخ کی سچائی کے طور پر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ انھوں نے اپنے بوسیدہ اور گلے سڑے نظام کو بنیاد سے اکھاڑ کر باہر پھینکا اور ایک نئی طرز زندگی اور نئے طرز حکومت کی بنیاد رکھی۔ فرانس کے انقلاب سے لے کر روس، چین اور ایران کے انقلاب تک سب یہی کہانی بیان کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ امریکا میں 1777ء میں جب تحریک آزادی چلی تو ان کے رہنماؤں جنھیں وہ امریکا کے سات باپ (Seven Fathers) کہتے ہیں۔ انھوں نے ہر اس نظام کی بنیاد کو اکھاڑ کر پھینک دیا جو برطانوی راج نے نافذ کیا تھا۔ خود برطانیہ میں جب تک اپنے بادشاہ چارلس اول کو کٹہرے میں کھڑا کر کے اس کا سر تن سے جدا نہیں کیا، برطانیہ نے ترقی کی منزل کی جانب قدم نہیں رکھا۔

یوں تو پاکستان کا قیام انسانی تاریخ کا ایک انوکھا اور منفرد واقعہ ہے۔ ایسا مرحلہ انسانوں کی جدید تاریخ میں نظر نہیں آتا کہ کوئی قوم رنگ، نسل، زبان اور علاقے کی بنیاد پر وجود میں نہ آئے بلکہ مذہب کی بنیاد پر قائم ہو، مذہب کی بنیاد پر لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ اپنے گھر بار چھوڑ کر ہجرت کر جائیں۔ لیکن ہماری خرابی کا آغاز اس دن ہو گیا تھا جب ہم نے اس خطۂ ارض میں موجود اور نافذ نظام کی چھت تلے زندگی گزارنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ برطانیہ سے ورثے میں ملے ہوئے نظام کی چھتری آج بھی ہم نے سروں پر تان رکھی ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہی ہمیں آفتوں اور بلاؤں سے محفوظ رکھتی ہے۔ حالانکہ اس نظام کی چھتری میں بھی بیسیوں چھید ہو چکے ہیں۔

انگریز نے ہمیں تحفے میں جو چیزیں دیں ان میں بیوروکریسی، فوج، مفاد پرست سیاسی اشرافیہ، سیکولر نظام تعلیم اور حکومت کے تحفظ کے لیے قائم نظام انصاف شامل تھے۔ ان سب میں بنیادی چیز سیکولر نظام تعلیم تھا جو آج بھی نافذ العمل ہے۔ انگریز نے صدیوں پرانے مسلمانوں کے تعلیمی نظام کو بنیاد سے اکھاڑ کر اسے رائج کیا تھا جس کا مقصد ایک ایسی نسل پیدا کرنا تھا جو بظاہر دیسی نظر آئیں لیکن اندر سے انگریز ہوں۔ انگریز خود ایسے لوگوں کو ناریل (Coconut) کہتے ہیں، جب کہ وہ چینی، جاپانی نسل کے افراد وہ ان کے نظام تعلیم سے تربیت پا کر نکلے ہوں، انھیں وہ کیلا (Banana) کہتے ہیں۔ یعنی اوپر سے پیلے اور اندر سے سفید یعنی انگریز۔ کسی کو وقت ملے تو لاہور میں پنجاب ارکائیوز میں جا کر وہ تمام دستاویز دیکھ لے کہ کیسے طویل

محنت طلب اجلاسوں کے بعد ایک ایسا نظام تعلیم وضع کیا گیا جو مسلمانوں کو ان کے ماضی سے برگشتہ اور اپنی روایت پر شرمسار بنادے۔

انگریز کی عطا کردہ بیوروکریسی اور فوج بنیادی طور پر تاج برطانیہ یعنی حکومت کی وفادار تھی۔ ان دونوں کے ضمیر میں یہ تصور نہیں تھا کہ وہ عوام میں سے ہیں اور انھی کی خدمت کے لیے بنائے گئے ہیں۔ آغاز میں افسران پہلے فوج میں نوکری شروع کرتے اور پھر سول میں آکر لوگوں پر حکومت کرتے۔ سکندر مرزا اس کی مثال ہے۔ فوج کا میجر، سول میں آیا ڈپٹی کمشنر، کمشنر وغیرہ بنا اور ساتھ ساتھ فوج کا میجر جنرل تک بن گیا۔ دونوں اداروں کا کام بہر صورت امن عامہ کا قیام اور اندرونی اور بیرونی استحکام تھا۔ ایسے میں عوام کی امنگوں، آرزوؤں اور خواہشات کو اگر کچل بھی دیا جائے تو پرواہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ڈپٹی کمشنر عوام میں اپنی نیک نامی کی پروا نہیں کرتا تھا بلکہ تاج یا حکومت کا حکم نافذ کرتا تھا۔ اس کے دست و بازو سول آرمڈ فورسز بھی تھیں اور فوج بھی۔ دونوں کا جواز صرف یہ تھا کہ اس ملک پر اچھی حکمرانی قائم کرنا ہے۔ پہلے سول بیوروکریسی سینئر پارٹنر تھی اور فوج جونیئر۔ لیکن 27 اکتوبر 1958ء کو فوج سینئر پارٹنر بن گئی۔ فوج کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے انگریز کی بنائی ہوئی اپنی عمارت میں سے ایک اینٹ بھی نہ بدلی جب کہ سول بیوروکریسی کی بنیاد تو وہی رہی لیکن اس پر ایسی بے ہنگم عمارتیں تعمیر کر دی گئیں کہ اس کی شکل تک پہچانی نہیں جاتی۔

انگریز کا دیا ہوا نظام انصاف شروع شروع میں دو افراد کے گرد گھومتا تھا، ایک ایس ایچ او دوسرا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ۔ اعلیٰ عدالتوں کا کردار اس لیے محدود رکھا گیا کہ انگریز تمام اختیار کو ان دونوں کو دینے کے بعد بے فکر ہو جانا چاہتا تھا۔ آج بھی یہی دو لوگ نظام کے ستون ہیں۔ نام بدل گئے، اختیار بدل گئے لیکن نہ تھانہ بدلا اور نہ ضلع کچہری۔ سب کچھ یہیں ہو جاتا ہے۔

ظلم، رشوت، سفارش، بددیانتی، انصاف، ان کی چکی سے نکل کر کوئی حوصلہ مند ہی ہو گا جو اعلیٰ عدالت تک جا سکے۔ سیاسی نظام تو اس قدر بوسیدہ اور متروک بنایا گیا تھا کہ تمام زندگی جوتیوں میں دال بٹتی رہے گی۔ انگریز نے پہلے ہر ضلع میں جائیدادیں دے کر خان، وڈیرے، نواب، سردار اور چوہدری بنائے، جب وہ مستحکم ہو گئے تو ان کے لیے پارلیمانی نظام کے تحت سیٹیں بنائیں۔ یہ بگٹی یا مری کی سیٹ تو یہ دولتانہ اور

ممدوٹ کی سیٹ، یہ سومرو اور کھوڑو کی سیٹ تو یہ جدون اور ارباب کی سیٹ۔ صوبے ایسے تخلیق کیے اور ان میں اس طرح طاقت کے مراکز بنائے کہ آج آپ پاکستان توڑنے کی بات کرو تو ٹھیک، صوبہ توڑنے کی بات پر خون کی ندیاں بہنے کا اشارہ مل جاتا ہے۔ یہ نظام ایسے اگلے دو سو سال بھی چلتا رہے تو ایسا ہی رہے گا۔

یہ ہے وہ عمارت جس کی بنیاد کو ویران کر کے اگر نئی عمارت تعمیر نہیں ہوتی، ایک نئے ڈھنگ سے، ایک نئی آب و تاب سے، ایک نئی آرزو کے ساتھ اور سب سے زیادہ یہ کہ ایک نئی قیادت کے ساتھ تو اس وقت تک یہاں تبدیلی کا خواب دیکھنا بیکار ہے۔ اس عمارت میں ٹوٹ پھوٹ جاری ہے۔ یہ کسی دن بھی دھڑام سے گر سکتی ہے۔ اقبال کو ایک صاحب نظر نے بشارت دی تھی کہ یہ راستہ ہے، لیکن آج کے صاحبان نظر کہتے ہیں کہ راستہ یہی ہے اور اس کے لیے نوجوانوں پر مشتمل ایک بہت طاقتور حکومت اس ملک کے مقدر میں لکھی جا چکی ہے جو سب کچھ بدل دے گی۔ عمارت کی بنیاد گرا کر اس پر خوبصورت جدید اور عالیشان عمارت تعمیر کرے گی۔

کاروبار، تجارت اور ملازمت کو شریعت کے سانچے میں ڈھالنے میں

3 بنیادی مشکلات اور اُن کا حل

1 ”شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تم سے اپنی مغفرت اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔“ (سورۃ البقرۃ: 268)

انسان جب کاروبار، تجارت اور ملازمت کو شریعتِ مطہرہ کے مطابق کرنا چاہتا ہے تو شیطان اسے مالی تنگی اور فقر و فاقہ سے ڈراتا ہے، اللہ فرماتے ہیں کہ شیطان کے فریب اور ڈراوے میں مت آنا، بلکہ میری رحمت و مغفرت کی طرف دیکھنا، میں تم سے اپنی مغفرت اور فضل و زیادتی کا وعدہ کرتا ہوں

2 ”اللہ سبحانہ وتعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں اور صدقہ و خیرات کو بڑھاتے ہیں۔“ (سورۃ البقرۃ: 276)

شیطان حرام کمائی کی کثرت کے سبز باغ دکھاتا ہے۔ سود لینے میں انسان کو مال بڑھتا ہوا اور بیلینس شیٹ میں اضافہ نظر آتا ہے لیکن اللہ فرماتے ہیں کہ میں سودی مال کو گھٹا دوں گا۔ لہٰذا انسان ہمیشہ یہ بات ذہن میں رکھے کہ شریعت کو پس پشت ڈال کر میں جتنا بھی مال کما لوں وہ نتیجے کے اعتبار سے صفر ہے اور دُنیاوی و اُخروی بربادی کا ذریعہ ہے۔

3 ”اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کے لیے مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دے گا۔ اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا کرے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوگا۔ اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے، تو اللہ اُس (کا کام بنانے) کے لیے کافی ہے۔“ (سورۃ الطلاق: 2،3)

انسان جب شریعت پر آنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے ہر طرف مشکلات ہی مشکلات نظر آتی ہیں، آگے نکلنے کا کوئی راستہ سجھائی نہیں دیتا، آمدنی کے راستے بند ہوتے نظر آتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم شریعت پر عمل پیرا ہو جاؤ، تقویٰ اختیار کر لو میں ہر مشکل سے تمہیں نکال باہر کر دوں گا اور رزق کے ایسے دہانے کھولوں گا کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے اور تمہارے سارے کام بنانے کے لیے میں کافی ہو جاؤں گا۔

نظام اسلام

دین اسلام کا ایک متوازن تصوّر

(عبادت، شریعت، روحانیت، خلافت)

ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی

"اسلام ایک مکمل نظام ہے" یہ تعبیر صرف الفاظ کے اعتبار سے نئی ہے لیکن اپنی روح اور حقیقت کے اعتبار سے بہت پرانی ہے۔ دین و شریعت کے ماہرین ہمیشہ سے اسلام کی حقیقت نظام کے ہم معنی الفاظ میں بیان کرتے رہے ہیں۔ لغت میں نظام اس دھاگے کو کہتے ہیں جس میں موتی پروئے جاتے ہیں۔ اسلام کو نظام اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ عقائد عبادات، اخلاق و عادات، معاملات، معاشرت اور احکام و قوانین کا مجموعہ ہے۔ یعنی اس ایک دھاگے میں یہ سارے موتی پروئے گئے ہیں۔

حضرت عمرؓ کے زمانے میں ربعی بن عامرؓ سردارانِ فارس کے دربار میں اسلام کے سفیر بن کر گئے تھے وہاں کے سیاسی استبدادی نظام، وہاں کی اباحیت پسندانہ تہذیب اور ظالمانہ قوانی کے پاس منظر میں انہوں نے اسلام کا جن الفاظ میں تعارف کرایا وہ تاریخ کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں۔

فَقَالُوْا مَاجَاءَ بِكُمْ: فَقَالَ اَللّٰهُ اِبْتَعَثَنَا لِتُخْرِجَ مَنْ شَآءَ مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ اِلٰى عِبَادَةِ اللّٰهِ وَمِنْ ضَيْقِ الدُّنْيَا اِلٰى سَعَتِهَا وَمِنْ جَوْرِ الْاَدْيَانِ اِلٰى عَدْلِ الْاِسْلَامِ فَاَرْسَلَنَا بِدِيْنِهٖ اِلٰى خَلْقِهٖ لِنَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ۔ [البدایہ والنہایہ]

"اہل دربار نے پوچھا کہ تم لوگ یہاں کس لئے آئے ہو؟ ربعی بن عامر نے جواب دیا۔ اللہ نے ہم کو بھیجا ہے تاکہ جسے وہ چاہے اس کو بندوں کی بندگی سے نکال کر اللہ کی بندگی میں داخل کرے، دنیا کی تنگی سے وسعت کی طرف لائیں اور مذاہب و خود ساختہ نظاموں کے ظلم سے اسلام کی عدل کی طرف لائیں۔ اس کو پس اللہ نے ہم کو اپنے دین کے ساتھ اپنی مخلوق کی طرف بھیجا ہے تاکہ ہم لوگوں کو اس طرف بلائیں۔"

جامع نظام کی اصطلاح اس دور میں رائج نہیں ہوئی تھی۔ لیکن کون اس بات سے انکار کر سکتا ہے کہ اس دعوت دین میں جو فارس کے دربار میں پیش کی گئی تھی، اسلام کو بحیثیت نظام کے نہیں پیش کیا گیا۔ "مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ اِلٰى عِبَادَةِ اللّٰهِ" سے مطلق العنان اور استبدادی نظام حکومت و سیاست سے نجات دلانا

بھی مراد ہے۔ "وَمِنْ ضَيْقِ الدُّنْيَا اِلٰى سَعَتِهَا" میں اسلام کی جہاں گیری اور وسعت و آفاقیت کا ذکر ہے۔ "وَمِنْ جَوْرِ الدُّنْيَا اِلٰى عَدْلِ الْاِسْلَامِ" سے اسلام کے عادلانہ قوانین کی طرف اشارہ ہے۔ یا بالفاظ "مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ اِلٰى عِبَادَةِ اللّٰهِ" میں اللہ تعالیٰ کی خالص بندگی، توحید اور انسانی غلامی سے نجات کی طرف اشارہ ہے اور "وَمِنْ ضَيْقِ الدُّنْيَا اِلٰى سَعَتِهَا" میں استحصالی وجبری معاشی نظام سے اسلام کے منصفانہ اقتصادی نظام کی طرف لانا مراد ہے اور "مِنْ جَوْرِ الدِّيَانِ اِلٰى عَدْلِ الْاِسْلَامِ" میں طاغوتی وکفری ظالمانہ مطلق العنان نظام حکومت سے نجات اور اسلام کے عادلانہ نظام حکومت وسیاست اور حاکمیت الاھیۃ کی طرف دلانا مراد ہے۔

امام ابن تیمیہؒ نے دین کی تعریف الدین ما شرعہ اللہ کے الفاظ میں کی ہے۔[السیاسۃ الشرعیہ: ۷۵] پھر شریعت کے بارے میں علامہ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں۔

حق یہ ہے کہ وہ شریعت جو حضرت محمد ﷺ لے کر آئے دنیا و آخرت کے تمام فائدوں کی جامع ہے۔[الحسبۃ فی الاسلام: ۵]

علامہ ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین میں لکھا ہے کہ شریعت کا مقصد انسان کو معاش و معاد (دنیا اور آخرت) دونوں میں سہولت پہونچانا ہے۔

کیا ان عبارتوں سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اسلام ایک نظام زندگی ہے جس میں دنیا و آخرت کی نعمتیں جمع کر دی گئی ہیں۔ ایک ایسے نظام میں جو رہتی دنیا تک کے لئے ہو میں جو لچک ہونی چاہیے وہ بھی اسلامی نظام میں موجود ہے۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ فرمانرواؤں کے جاری کردہ سیاسی قوانین بھی صحیح ہو سکتے ہیں بشرطیکہ وہ اسلام کے مقرر کردہ اصولوں کے مخالف نہ ہوں۔ البتہ ان قوانین کے جو اجزاء شریعت سے ٹکرائیں گے وہ باطل ہیں۔[مجموع الفتاوی: ۱۹]

تنہا علامہ ابن تیمیہ نہیں بلکہ دیگر قدیم علماء نے بھی دین کی جو تعریف کی ہے اس میں لفظ "نظام" اگرچہ موجود نہیں ہے لیکن اس تعریف پر نظام کا لفظ پورے طور پر منطبق ہوتا ہے۔ امام شاطبی نے دین کو تین حصوں میں منقسم کیا ہے۔ (۱) عبادات (۲) معاملات (۳) جنایات۔ یہ تقسیم خود بتاتی ہے کہ دین ایک جامع نظام کا نام ہے جو انسان کی روحانی و تمدنی دونوں حیثیتوں پر محیط ہے۔ بعض فقہاء شافعیہ نے بھی امورِ دین کی

تقسیم اس طرح کی ہے کہ وہ یا تو آخرت سے متعلق ہوں گے تو ان کا نام عبادات ہے اور اگر وہ دنیا سے متعلق ہوں گے تو پھر ان کی تین قسمیں ہیں: (۱) معاملات (۲) مناکحات (۳) عقوبات۔

[کشاف اصطلاحات الفنون: ۱/۳۳]

فقہاء احناف میں سے علامہ ابن النجیم (۹۲۶۔۹۷۰) نے اپنی کتاب البحر الرائق میں امور دینی کو پانچ حصوں میں منقسم کیا ہے: (۱) اعتقادات (۲) عبادات (۳) معاملات (۴) مزاجر (۵) آداب۔ اس کے بعد انہوں نے معاملات کو بھی پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ (۱) معاوضات مالیہ (بیع و شراء وغیرہ) (۲) مناکحات (نکاح و طلاق وغیرہ) (۳) مخاصمات (مقدمات و خصومات) (۴) امانات (۵) ترکات و وراثت۔

پھر اس کے بعد انہوں نے مزاجر کی یعنی جن کاموں میں شریعت نے زجر و سزا دیا ہے پانچ قسمیں کی ہیں۔ (۱) قتل نفس پر زجر (۲) مال غصب کرنا (۳) آبروریزی (۴) پردہ دری (۵) قطع بیضاء یعنی اسلام کی بیخ کنی۔ اسلامی حکومت کے خلاف سازش و بغاوت یا دین سے انحراف و ارتداد پر سزائیں۔

الغرض جو دین ان تفصیلات کا جامع ہو اس کو نظام قرار دینا دین کی کوئی تحریف نہیں بلکہ اس کے بر عکس دین کے نظام ہونے سے انکار کرنے والے دین کی معنوی تحریف کے درپے ہیں۔

علماء امت نے دین کی جو تشریحات کی ہیں وہ قرآن و حدیث کے احکام کی روشنی میں کی ہیں۔

قرآن میں ایسی آیتیں ہیں من سے عدل و قسط اور رفع ظلم کی کوششوں کا حکم معلوم ہوتا ہے۔ ان آیتوں کی موجودگی میں دین کو صرف عقیدہ یا عبادت تک محدود نہیں کیا جاسکتا۔

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ۔ [سورۃ نساء:۸]

"بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانت اس کے مستحقین کو ادا کرو۔ اور جب تم لوگوں کے درمیان میں فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔"

سورہ حدید میں خاک دان ارضی پر جو انسان کی قیام گاہ ہے قیام عدل کے تین طریقے ظاہر فرمائے گئے ہیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَأْسٌ شَدِيْدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ۔ [حدید:۳]

"البتہ ہم نے بھیجا اپنے رسولوں کو نشانیاں لے کر اور ہم نے اتاری ان کے ساتھ کتاب اور میزان تاکہ لوگ قائم رہیں عدل پر اور ہم نے نازل کیا لوہا اس میں بڑی طاقت ہے اور بے شمار فائدے ہیں انسانوں کے لئے۔"

اس آیت میں اس بات کا واضح اشارہ موجود ہے کہ اس دنیا میں عدل کے قیام اور ظلم کی روک تھام کے لئے تین چیزوں کی ضرورت ہے۔ اور ان تین چیزوں کے مجموعے کو اگر کوئی نام دیا جا سکتا ہے تو وہ اسلامی نظام ہے۔ وہ تین چیزیں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ کتاب یعنی ہدایت الٰہی کا مجموعہ (وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ)

۲۔ میزان یعنی عادلانہ قوانین اور شریعت کاملہ (وَالْمِيْزَانَ)

۳۔ حدید اور تلوار کی طاقت یعنی قوت نافذہ جو کتاب اور میزان کے ماننے پر گردنوں کو جھکا دیتی ہے۔

بالفاظِ دیگر عقائد و عبادات کے ساتھ قوانین شریعت اور پھر وہ قوت نافذہ جس کے زور سے لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ کا مقصد پورا ہوتا ہے بندگان خدا کے لئے عظیم نعمت ہے۔

دین کی صرف یہ حیثیت نہیں ہے کہ وہ اللہ اور بندے کے درمیان تعلق کا عنوان ہے یا اللہ کی بڑائی کا نفسیاتی سطح پر اعتراف ہے۔ یا اپنی بندگی کا حسیاتی مظہر ہے۔ یہ چیزیں دین کے تین مختلف پہلوؤں میں سے صرف ایک پہلو کو شامل ہیں۔ یہ کل دین نہیں۔ دین انسان کے تین پہلوؤں پر محیط ہے۔

۱۔ بندے کا اللہ سے تعلق

۲۔ بندے کا اپنی ذات سے تعلق

۳۔ بندے کا دیگر بنی نوع انسان اور مخلوقات سے تعلق

دین کے ان تین پہلوؤں کو جب توازن اور تفصیل کے ساتھ پیش کیا جائے گا تو نظام کا تصور ضرور ابھرے گا۔ فساد کا منبع اور سرچشمہ یہ بات ہے کہ صرف ایک پہلو پر تذکیر اس قدر زیادہ ہو کہ دوسرے تمام پہلو نہ صرف یہ کہ نظروں سے اوجھل ہو جائیں بلکہ ان کا انکار بھی شروع ہو جائے۔ یہ نظام کائنات قسط پر

قائم ہے۔ اس لئے انسان کے تمام معاملات کا بھی قسط پر قائم ہونا ضروری ہے اور انسانی تعلقات کے گوناگوں پہلوؤں کو اسی عدل و قسط پر قائم ہونا ضروری ہے۔ یہی اسلام کی انفرادیت ہے۔ یہ تسبیح و مناجات کے ساتھ سیاسی شوکت اور اجتماعی قوت کا ضامن ہے اور اسی لئے اقبال نے کہا ہے ؎

وہ نبوت ہے مسلماں کے لے برگِ حشیش
جس نبوت میں نہ ہو قوت و شوکت کا پیام

اقبال کا یہ شعر محض ایک شعر نہیں بلکہ قرآن کریم کی کئی آیات کا پرتو ہے۔

اللہ کا دین عبادات اور خلافت دونوں کا مجموعہ ہے۔ خلافت کے تصور کے نگاہوں سے اوجھل ہو جانے کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ انسانی زندگی دوئی کا شکار ہو جاتی ہے۔ حیاتِ انسانی کو خانوں میں بانٹنا پڑتا ہے۔ اور یہیں سے دین اور دنیا کی تقسیم شروع ہو جاتی ہے حالانکہ انسانی زندگی ناقابل تقسیم وحدت ہے کیونکہ محبت وفاداری اور فرمانبرداری کے تقاضے ناقابل تقسیم ہیں۔ یہ تقسیم تصور توحید کے بھی خلاف ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ عبادت گاہ کا خدا ایک ہو اور سیاست گاہ کا خدا دوسرا ہو۔ قیصر کا حق قیصر کو دو اور خدا کا حق خدا کو"۔ یہ تصور دو کشتیوں پر سوار ہونے کے مترادف ہے۔ اس تصور میں شرک کی آمیزش ہے۔ یہ سینٹ پال کا دیا ہوا تصور ہے جو اسلام کے تصور کے خلاف ہے۔ آج دنیا کی سپر پاور کو اور اس کے زیر سایہ دوسری طاقتوں کو اگر اندیشہ ہے تو اسی دین سے ہے جو مذہب بھی ہے اور تہذیب بھی، جو عبادت بھی ہے اور شریعت بھی، جو انسان اور بندے کے درمیان تعلق کا عنوان بھی ہے اور بندوں کی بندگی سے آزادی کا اعلان بھی اور جس کی دعوت یہ ہے ؎

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری

عبادت کے صرف داخلی تقاضوں کو پورا کرنا اور تسبیح و مناجات میں مشغولیت کو کافی سمجھ لینا اور ملت کے اجتماعی مسائل سے روگردانی اور عبادت کے خارجی تقاضوں کو جن کا تعلق خاکدان ارضی پر احکام الٰہی کے نفاذ سے اور غلبۂ اسلام سے ہے بالکلیہ نظر انداز کر دینا اور ان کو اہمیت نہ دینا اور اس میدان میں کام کرنے والوں یا میدانِ کارزار میں جہاد کرنے والوں کے ساتھ تحقیر کا یا مخالفت کا برتاؤ کرنا دین کے متوازن تصور کے خلاف ہے۔

عبادات کے داخلی تقاضے جوہر اور اصل کی حیثیت رکھتے ہیں اور اسلامی حکومت کا قیام اور دین کے قوانین عدل کا نفاذ اس کے لئے ذریعے کا درجہ رکھتے ہیں، اس لئے وہ بھی مطلوب ہیں اور ذریعے اور مقصد کا یہ فرق اس آیت سے بھی پورے طور پر واضح ہے۔

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ۔ [الحج:۴۱]

"وہ لوگ کہ اگر ہم ان کو قدرت دیں ملک میں تو وہ قائم رکھیں نماز اور دیں گے زکوٰۃ اور حکم کریں بھلے کام کا اور منع کریں برائی سے۔"

عبادات کے داخلی اور خارجی تقاضوں دونوں کو ہمیشہ نظر میں رکھنے اور اس توازن کو برقرار رکھنے سے دین کا صحیح اور جامع تصور پیدا ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان زمین پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے خلیفہ ہے اور اس کا مقصدِ زندگی عبادت ہے۔

عبادت اور ریاست کا مجموعہ:

اسلام ایک جامع دین ہے اور اس کے جامع ہونے کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ وہ عبادت و ریاست کا مجموعہ ہے اس مجموعہ میں مرکزی حیثیت یقیناً اللہ کے ساتھ لگاؤ اور تعلق کو حاصل ہے اور وہ اصلاً مطلوب ہے۔ لیکن اللہ کے ساتھ تعلق کی استواری اور پھر اس کے بعد اللہ کے عادلانہ قوانین کے نفاذ کے لئے اختیار اور طاقت کی ضرورت بھی پیش آتی ہے۔ اس کے لئے بھی سعی و کاوش ایک دینی ضرورت ہے۔ نہ حکومت کے بغیر زمین میں فتنہ و فساد کو دفع کیا جاسکتا ہے اور نہ اللہ کے بندوں کے درمیان عدل و انصاف اور امن و امان کا قیام ممکن ہے۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ اس موضوع پر رقم طراز ہیں:

اسلام دین و دنیا اور جنت ارضی و جنت سماوی اور آسمانی بادشاہت اور زمین کی خلافت دونوں کی دعوت کو لے کر اول ہی روز سے پیدا ہوا ہے۔ اس کے نزدیک عیسائیوں کی طرح خدا اور قیصر دو نہیں، ایک ہی شہنشاہ علی الاطلاق ہے جس کے حدود حکومت میں نہ کوئی قیصر ہے نہ کوئی کسریٰ۔ اس کا حکم عرش سے فرش تک اور آسمان سے زمین تک جاری ہے۔ وہی آسمان پر حکمران ہے وہی زمین پر فرماں روا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ [سیرت النبی:۷/۷]

اسلام کے تصور دین کی وضاحت میں توازن اکثر کھویا گیا ہے۔ نہ اسلام میں سیاسی پہلو کو اس طرح سے اہمیت دی گئی ہے کہ اعتقادات وعبادات کو بھی اس کا تابع کر کے اس کو قانونی درجہ دیا جائے اور نہ ایسا تصور کہ جس میں نہ جہاد ہے نہ احتساب نہ اسلامی ریاست کے قیام کی کوشش اور نہ کوشش کرنے والوں ی حوصلہ افزائی اور تائید۔ اس موضوع پر مکمل اعتدال اور توازن علامہ سید سلیمان ندوی کی تحریروں میں ملتا ہے۔ اس اقتباس کو غور سے پڑھئے:

اسلام کے سارے دفتر میں ایک حرف بھی ایسا موجود نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ قیام سلطنت اس دعوت کا اصل مقصد تھا اور عقائد و ایمان، شرائع و احکام اس کے لئے بمنزلہ تمہید تھے بلکہ جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ شرائع اور حقوق فرائض ہی اصل مطلوب تھے اور ایک حکومت صالحہ کا قیام ان کے لئے وجہ اطمینان اور سکون خاطر کا باعث ہے تاکہ وہ احکامِ الٰہی کی تعمیل بآسانی کر سکیں۔ اس لئے وہ بھی عرضاً مطلوب ہے۔[سیرت النبی:۷/ ۶]

سید صاحب اس موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت حکومت و سلطنت اور دنیا کی سیاست ہے۔ یہاں تک کہ کتاب و نبوت کی دولت کے بعد اسی کا درجہ ہے۔ [سیرۃ النبی:۷/ ۵]

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام کی تاریخ سلطنت و مذہب کے اشتراک کی تاریخ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں مکی و مدنی دونوں زندگی جمع کر دی گئی تھی۔ آپ کی ذاتِ مبارک میں امامت و نبوت دونوں کو اس طرح بہم کر دیا گیا تھا کہ بقول علامہ سید سلیمان ندوی ایک کو دوسرے سے جدا کرنا ناخن کو گوشت سے علیحدہ کرنا ہے۔

قرآن میں سلطنت کے ملنے کو عزت اور سلطنت کے چھن جانے کو ذلت قرار دیا گیا ہے۔

اَللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ۔ [العمران:]

"اے اللہ حکومتوں کے مالک تو جسے چاہے حکومت دے اور جس سے چاہے حکومت چھین لے۔ تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے اور تیرے ہی قبضے میں ہر قسم کا خیر ہے۔"

اس آیت میں عزت و ذلت سے مراد سلطنت کا ملنا اور سلطنت کا چھن جانا ہے۔ بلاغت کی اصطلاح میں اسے لف و نشر مرتب کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات میں نبوت و ہدایت کے بعد حکومت و سلطنت کا ذکر فرمایا ہے۔

فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا۔ [نساء:۸]

"ہم نے آلِ ابراہیم کو کتاب و حکمت اور نہایت بڑی حکومت بخشی۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

يَا قَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا۔ [مائدہ:۲۰]

"اے میری قوم یاد کرو اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو کہ اس نے تمہارے درمیان بہت سے نبی بھیجے اور تم میں سے بہتوں کو بادشاہ بنایا۔"

اسی طرح اقتدار کا ختم ہو جانا اور محکومیت کی حالت میں زندگی گذارنا خدائی قہر کی علامت ہے۔ یہودیوں پر جب قہر الٰہی نازل ہوا تو وہ اقتدار سے بے دخل کر دیئے گئے اور محکوم اور ذلیل ہوئے۔ یہ واقعہ دوبار پیش آیا۔ ایک بار بابل کے بادشاہ بخت نصر کے ہاتھوں اور دوسری دفعہ حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کے انکار کے بعد رومیوں کے ہاتھوں، یا دور عمریؓ میں مسلمانوں کے ہاتھوں۔ جس کا تذکرہ سورۃ بنی اسرائیل کی ابتدا میں موجود ہے۔

دین کا کامل نمونہ خلافت راشدہ میں عملاً دکھایا گیا۔ اس دور میں دین ایک طرف داخلی سطح پر ایمانی کیفیات دوسری طرف خارجی سطح پر سیاسی اور اجتماعی تنظیم دونوں کا مجموعہ بنا رہا۔ لیکن بعد میں نظام کی یہ وحدت باقی نہیں رہی۔ البتہ کچھ وقفے ایسے ملتے ہیں جس میں خلافت راشدہ کا نمونہ سامنے آجاتا ہے لیکن چونکہ ایک طویل عرصہ تک عبادات و اخلاق کی تعلیم و تربیت جن کے ہاتھوں میں رہی وہ اقتدار اور حکومت سے محروم رہے اور جو ارباب اقتدار تھے ان کی زندگی خدا ترسی، عبادت اور روحانیت کا نمونہ نہ تھی اس لیے بہت سے ذہنوں میں دین اور دنیا کی جدائی کا تصور پیدا ہو گیا بلکہ کچھ قیام سلطنت کی کوششوں میں حصہ لینے

کو دین کی خلاف ورزی سمجھنے لگے۔ دین کے بارے میں انحراف یا اس تحریف کے تاریخی اور نفسیاتی اسباب کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ سید سلیمان ندوی کہتے ہیں۔

ایک مدت سے علماء کی گوشہ گیری اور صوفیاء کی خانقاہ نشینی نے عوام کو یہ یقین دلایا ہے کہ قیام سلطنت اور امورِ سلطنت میں دخل و تدبیر دنیا کا کام ہے جس سے اہل علم اور اہل اتقاء کو کنارہ کش رہنا چاہیے"

[سیرت النبی:۷/۱۴۲]

دین وسیاست کی تفریق کے موضوع پر ابوالحسن مولانا علی میاں ندویؒ کا یہ بیان پڑھئے:

میں اپنے بارے میں صراحت کے ساتھ بتا دینا چاہتا ہوں کہ زندگی کے کسی لمحے اور کسی وقفے میں بھی ان لوگوں میں نہیں رہا ہوں جو دین وسیاست کی تفریق کے قائل ہیں، نہ میں ان لوگوں میں ہوں جو دین کی ایسی تعبیر کرتے ہیں جس سے وہ زندگی کے ہر نظام اور حالات کے ہر سانچے میں (خواہ وہ اسلام سے کتنا ہی ہٹا ہوا ہو) فٹ ہو جائے اور ہر رنگ کی سوسائٹی میں جڑ جائے اور نہ میرا تعلق کبھی اس گروہ سے رہا ہے جو سیاست کو قرآن کے "شجرہ ملعونہ الشجرۃ الملعونۃ فی القرآن" کا مصداق سمجھتا ہے، میں ان لوگوں کی اگلی صف میں ہوں جو مسلمان قوموں کی صحیح سیاسی شعور کے داعی ہیں اور ہر اسلامی ملک میں صالح قیادت کو بروئے کار دیکھنا چاہتے ہیں میں ان لوگوں میں ہوں جن کا اعتقاد ہے کہ دینی معاشرہ اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک دین کو اقتدار حاصل نہ ہو اور حکومت کا نظام اسلامی بنیادوں پر استوار نہ ہو، میں اس کا داعی ہوں اور زندگی کی آخری سانس تک رہوں گا"۔

[بحوالہ نیا طوفان اور اس کا مقابلہ صفحہ نمبر ۳۲۔۳۳ مطبع مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ]

دین میں سیاست اور روحانیت دونوں کی اہمیت ہے۔ سیاست اور سلطنت کو نظر انداز کر دینا یا اسلامی معاشرہ میں اسلام کے معاشی، سیاسی اور اجتماعی قوانین کے نفاذ کی کوششوں کا تمسخر اور استہزاء غلط تصور دین کا حامل ہونا ہے اور اس کج فکری کو مسلمانوں کے ذہنوں تک پھیلانا ایک محرف دین کی طرف مسلمانوں کو بلانے کے مترادف ہے۔ علامہ ابن تیمیہ دین وسیاست کی وحدت کے قائل ہیں، جدائی کے نہیں وہ السیاسۃ الشرعیہ میں لکھتے ہیں:

جب کبھی دین و سیاست میں جدائی ہوتی ہے تو دو گروہ معرض وجود میں آتے ہیں۔ ایک گروہ ان لوگوں کا ہوتا ہے جو دین دار تو ہوتے ہیں، لیکن قوتِ حرب، جاہ ومال سے جس کا دین خداوندی ضرورت مند ہوتا ہے دین کی تکمیل نہیں کرسکتے۔ دوسرا گروہ ایسے امراء وحکام پر مشتمل ہوتا ہے جو مال اور حربی قوت کو بروئے کار تولاتے ہیں لیکن اس سے ان کا مقصد دین کی اقامت نہیں ہوتا۔ دونوں گروہ اسلام کے لئے بے کار ہیں۔"

خلاصہ بحث یہ ہے کہ دین میں حکومت کا قیام مقصود بالذات نہیں ہے جن لوگوں نے دین کی تشریح اس انداز میں کی ہے کہ تمام پیغمبروں کو خدائی فوجدار بنا کر بھیجا گیا تھا اور ان کا مشن یہ تھا کہ وہ دوسروں سے اقتدار کی کنجیاں چھین لیں۔ وہ تشریح کے معاملے میں عدم توازن کا شکار ہوئے ہیں۔ قرآن و سنت میں اس بات کی صراحت نہیں ملتی ہے۔ غور کیجئے تو اس میں حکمت کا پہلو ہے۔ اور بندوں پر اللہ کی خاص شفقت نظر آتی ہے۔ اگر اس کی صراحت کر دی جاتی تو کسی ملک میں دو مسلمان بھی پائے جاتے تو حکومت کا قیام ان پر فرض ہو جاتا اور ان کے لئے یہ کام ضروری ہو جاتا خواہ اس کے لئے ان کی جان ہی یوں نہ چلی جائے۔

اسی طرح سے وہ لوگ بھی عدم توازن کا شکار ہوئے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ صرف بشیر ونذیر بنا کر بھیجے گئے تھے اس لئے مسلمانوں کے لئے حکومت قائم کرنے کی کوشش غیر مشروع ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ غلبہ واقتدار پیغمبر اور صحابہ کرامؓ کی بڑی آرزو اور تمنا رہی ہے۔

وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ۔ [سورۃ الصف:۱۳]

"اور ایک چیز دے گا جسے تم عزیز رکھتے (وہ ہے) اللہ کی مدد اور فتح قریب۔"

نصوص سے اقتدار اور غلبہ کے حصول کے اشارے ملتے ہیں۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔ [فتح:]

سیرت طیبہ اور تاریخ سے ثابت ہے کہ اس کے لئے مواقع کو استعمال کیا گیا ہے اور اسی لئے علماء اور ائمہ کرام نے اس کی ضرورت اور اہمیت پر زور دیا ہے اور نظام عدل کے قیام اور مظالم کے سد باب کو ضروری قرار دیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ:

نبی کریم ﷺ کی بعثت، ملت و مدن، دونوں قسم کے مصالح کی تدبیر و انتظام کے لئے ہوئی تھی اور چونکہ امام ان کا نائب اور ان کے امر کو نافذ کرنے والا ہوتا ہے اس لئے یہ دونوں کام اس کے لئے ضروری ہیں اور نبی کی اطاعت کی طرح اس کی اطاعت بھی واجب ہے۔(مبحث فی المظالم)

اہم بات یہ ہے کہ عبادت اور خلافت دونوں کے تقاضوں کو یکجا کرنے ہے۔ آیت عبادت اور آیت خلافت دونوں کو ذہن نشین کر لینے سے دین کا صحیح اور متوازن تصور پیدا ہوتا ہے، دین کے متوازن تصور تک رسائی میں جو دشواریاں پیش آتی ہیں وہ ماحول کی پیدا کردہ ہیں۔ اسلام میں دین کا تصور دوسرے مذاہب سے قطعی طور پر مختلف ہے۔ دوسرے مذاہب میں جو کچھ رسوم اور عبادات ہیں جن کا نام دین ہے ان کا دائرہ سے باہر جو کچھ ہے وہ دنیا ہے یہی تصورات عام انسانی زندگیوں میں پھیل گئے ہیں جن سے مسلمان بھی متاثر ہوتے ہیں چنانچہ ایک شخص اگر مسجد میں بیٹھ کر ہر وقت ذکر میں مشغول رہتا ہے تو اسے لوگ بڑا متقی اور خدا ترس سمجھتے ہیں لیکن اگر ایک شخص ایوان سیاست میں داخل ہو کر مسلمانوں کی ہیئت اجتماعی کو مضبوط بنانے کی کوشش کرتا ہے تو دینی حلقوں میں اس کی سرگرمیوں کو دینی کام نہیں سمجھا جاتا چاہے وہ صوم وصلوٰۃ کا پابند ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے اسلام کی اس خصوصیت کو ابتداء ہی سے ذہن نشین کرنے کی ضرورت ہے جو دنیا کے دوسرے مذاہب میں نہیں پائی جاتی۔ اسلام کے نظام زندگی میں دینی معاملات اور دنیوی معاملات کی کوئی تفریق نہیں پائی جاتی۔ اسلام میں کوئی کلیسائی یا پروھتی نظام نہیں پایا جاتا اسی طرح دنیاداروں کا کوئی الگ طریقہ بھی نہیں بتایا گیا ہے دوسرے مذاہب کے برعکس اسلام اور مسلمانوں کی دنیوی سربلندی اور غلبہ کی کوششوں کا نام جہاد ہے یعنی اسلام ایک ایسا ہمہ گیر مذہب ہے جس میں دنیوی معاملات کی تہذیب، تنظیم اور تعمیر بھی عبادت کے زمرے میں داخل ہے۔ مقصد دین یہ ہے کہ مسلمان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق گزاریں۔ اس طرح وہ بہت ساری سرگرمیاں جو دوسرے مذاہب میں دنیوی سرگرمیاں سمجھی جاتی ہیں اسلام میں دینی سرگرمیاں یعنی عبادت شمار کئے جانے کے لائق ہیں۔ جب مسلمان حلال کمائی میں مشغول ہوتا ہے اور جب وہ ملت کا سیاسی محاذ پر یا عسکری محاذ پر یا علم کلام کے محاذ پر دفاع کرتا ہے یا اسے زندہ اور فعال جماعت کی حیثیت سے قائم کرنے کی سعی کرتا ہے تو اگر اس کا یہ عمل شریعت کا پابندی کے ساتھ ہے تو روزہ اور نماز ہی کی طرح دین ہے۔

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ سیرت سید احمد شہیدؒ میں لکھتے ہیں:

"اسلام کا دنیا میں ایک مستقل نظام ہے جو حکومت پر موقوف ہے، بغیر حکومت کے قرآن مجید کا ایک پورا حصہ ناقابل عمل رہ جاتا ہے۔ خود اسلام کی حفاظت بھی قوت کے بغیر ممکن نہیں۔ مثال کے طور پر اسلام کا پورا نظام مالی و دیوانی و فوجداری معطل ہو جاتا ہے اس لیے قرآن غلبہ و عزت کے حصول پر بہت زور دیتا ہے اور اس خلافت اسلامی کو بہت اہم اور مقدس چیز سمجھی گئی اور اس کو اکابر صحابہؓ نے رسول ﷺ کی تجہیز و تکفین پر مقدم رکھا جس کو بہت سے کوتاہ نظر نہیں سمجھتے۔"

الغرض دین اسلام دُنیا میں محض مذاہب کی صف میں ایک مذہب کے اضافے کے طور پر نہیں آیا، بلکہ دین اسلام اس لیے آیا ہے کہ اس کو تمام معاشروں میں سیاسی، معاشری اور معاشرتی غلبہ ہو، غلبہ دین در حقیقت انسانیت کے اعلیٰ فطری اصولوں کا غلبہ ہے، کسی گروہ یا فرقہ کا غلبہ نہیں۔ غلبۂ دین کے اس تصور کے ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دُنیا کی مظلوم اقوام کو قیصر و کسریٰ کے ظالمانہ نظاموں سے نجات دلائی۔

اسلام سابقہ تمام مذاہب کی سچائیوں، تمام تجربات کی صداقتوں اور انسانی اجتماعیت کی دریافت شدہ دانش کا جامع دین ہے۔ اس لئے اللہ عزوجل نے فرمایا:

"اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ" [سورہ آل عمران]

"بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ دین اسلام ہے"۔

دین حق کی تعلیمات پوری انسانی زندگی، مہد سے لحد (گود سے گور تک) تک کو محیط ہیں۔ جس کا خلاصہ تین عنوانوں کے تحت آجاتا ہے جسے عرف عام میں شریعت، طریقت اور سیاست کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

یہاں یہ ذکر مناسب ہو گا کہ دین حق کے ان تین شعبوں کو بالوضاحت نشاندہی برصغیر کے معروف بزرگ حضرت مولانا شاہ محمد الیاس دہلویؒ بانی جماعت تبلیغ نے فرمائی۔

(۱) شریعت ان دینی قوانین کے مجموعہ کا نام ہے، جس میں سماجی زندگی کے تمام شعبوں میں فطری اور طے کردہ معاہدوں کو عدل و انصاف کے ساتھ نبھانے کی تعلیمات اور رہنمائی موجود ہے۔

(۲) طریقت وہ جذبہء عمل ہے جو تزکیہء نفس کے ذریعہ قانونِ شریعت پر عمل اور اس کی نفاذ کی باطنی قوت اور حوصلہ فراہم کرتا ہے۔

(۳) سیاست قانونِ شریعت کو معاشرے میں عملی نفاذ کی حکمتِ عملی ہے۔ جس کا تعلق دور کے اجتماعی تقاضوں سے ہوتا ہے۔

دین اسلام کی عمارت ان تین ستونوں پر کھڑی ہے۔ لہذا جس طرح انسانی زندگی نا قابل تقسیم وحدت ہے اسی طرح ان تینوں کا ربط بھی نا قابل تقسیم حقیقت ہے، کامل نظریہ حیات وہی ہے جس میں تینوں موجود ہوں اور مکمل انسان (لائق قیادت) وہ ہے جو ان تینوں کو عملی زندگی میں اختیار کیے ہوئے ہے۔

شریعت (عبادات واحکام)، طریقت (روحانیت) اور سیاست کے باہمی ربط کے فقدان اور دین کی جامعیت کے مجروح ہونے سے نفع کی بجائے یہ تینوں چیزیں فکری اور سماجی نقصان کا باعث بن جاتی ہیں۔ مثلاً شریعت جو مجموعہ قوانین ہے اگر اسے طریقت وسیاست سے جدا کر دیا جائے تو اس کے سطحی انداز فکر سے رویوں میں تشدد اور فکری جمود پیدا ہو جاتا ہے، کیونکہ شریعت کے عملی نفاذ کے لیے جس وسعتِ نظری، ضبطِ نفس اور صبر و تحمل کا مظاہرہ ہونا چاہیے، وہ طریقت وروحانیت کے مفقود ہونے سے جاتا رہتا ہے۔ اسی طرح قیام شریعت کے لئے اجتماعی سوچ کا ہونا ضروری ہے نیز عصری تغیرات سے شعوری واقفیت درکار ہوتی ہے جو "سیاست" سے پہلو تہی کے سبب ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔

اسی طرح طریقت جو ضبط نفس اور تزکیہ نفس کے لیے ایک ضروری شے ہے اگر اسے شریعت اور سیاست سے الگ کر دیا جائے تو وہ رہبانیت بن کر رہ جاتی ہے۔ اس کی تنہائی، خلوت اور وحشت، سیاسی شعور، اجتماعی حکمت عملی اور شرعی قانون اور نظم وضبط کی بدولت ہی دُور ہو سکتی ہے۔

سیاست جو شریعت کے عملی نفاذ کی حکمت عملی ہے اسے اگر ان دونوں یعنی شریعت وطریقت سے جدا کر دیا جائے تو وہ محض ظلم، استبداد، استحصال، طبقاتی جبر اور ذاتی وگروہی مفادات کے حصول کا ذریعہ بن کر رہ جاتی ہے۔ اس کے استبدادی جبر اور استحصالی عنصر کو ختم کرنے کے لیے شریعت کے ضابطوں کی پابندی اور طریقت کے ذریعہ تزکیۂ نفس کا ہونا ضروری ہے۔

آج ہماری قوم کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ وہ ان تینوں دینی شعبوں کے حامل، اجتماعیت پسند نظام اور اس کی تربیت یافتہ قیادت سے محروم ہے۔ مذکورہ بالا شعبوں کے امتزاج و اتحاد سے ایک مثبت اور تعمیری ماحول اور ایک خدا پرست اور انسان دوست نظام اور معاشرہ پیدا ہوتا ہے۔ ہمارے صوفیاء کرام اور اولیاء اللہ اسلام کے اس جامع نظریہ حیات کے داعی تھے ان کے ہاں نہ تو سیاست گناہ تھی اور نہ ہی وہ شریعت کے تقاضوں کو پس پشت ڈالتے تھے۔ اللہ ہمیں اجتماعی فکر کی بنیاد پر جدید حالات کے تناظر میں ایک انسان دوست سماج تشکیل دینے کا شعور اور اہلیت نصیب فرمائے۔ ہماری بد قسمتی ہے کہ آج شریعت والے طریقت والوں سے الگ ہیں، طریقت والے سیاست والوں سے الگ ہیں اور سیاست والے شریعت والوں سے الگ ہیں، پھر یہ کہ کام دین کے ایک جزو کا کرتے ہیں اور دعویٰ کل دین کا رکھتے ہیں۔

معاشرتی معاملات میں کثرت سے صادر ہونے والے

کبیرہ گناہ اور ان کا مختصر تعارف

غیبت	پیٹھ پیچھے کسی کی ایسی برائی بیان کرنا جو اس میں موجود ہو۔	تکبر	اپنے کو دوسروں سے بڑا سمجھنا۔
بہتان	کسی کی ایسی برائی بیان کرنا جو اس میں موجود ہی نہ ہو۔	تعصب	ناحق اپنی قوم کا ساتھ دینا، اپنی قوم کو سب سے بہتر سمجھنا۔
جھوٹ	ایسی بات کرنا یا خبر دینا جو حقیقت کے خلاف ہو۔	دھوکہ	اپنے فائدہ کے لیے جانتے بوجھتے غلط بیانی یا جعلسازی کرنا۔
ریاکاری	دکھلاوے کے لیے نیک عمل کرنا۔	ٹوہ میں رہنا	کسی کی سرگرمیوں پہ نظر رکھنا اور جاسوسی کرنا۔
حسد	کسی کے پاس موجود کسی نعمت پر جلنا اور پریشان ہونا۔	سازش	کسی کو نقصان پہنچانے کے لیے منصوبے بنانا۔
بدگمانی	کسی کے بارے میں کوئی برا خیال یا بری رائے قائم کرنا۔	والدین کی نافرمانی	ماں باپ کا کہنا نہ ماننا، ان کی قدر نہ کرنا، انہیں تکلف پہنچانا
تمسخر	کسی شخص یا قوم وغیرہ کا مذاق اڑانا۔	قطع رحمی	رشتے ناطے توڑنا، مسلمان سے بات چیت بند کرنا

یا ارحم الراحمین! ہمیں اور ساری اُمت کو ان گناہوں سے محفوظ فرما۔ (آمین)

جامعہ وملحقہ شعبہ جات کے معمولات وسرگرمیاں

ذیشان عابد

جامعہ تبلیغ القرآن

اختتام اصول تحقیق سرٹیفکیٹ کورس:

- 8 نومبر بروز منگل، بعد از ظہر اصول تحقیق سرٹیفکیٹ کورس کی پُروقار اختتامی تقریب جامعہ تبلیغ القرآن یوسف آباد میں منعقد ہوئی۔ جس میں چیئرمین سیرت ہائیر ایجوکیشن کمیشن جامعہ پشاور جناب پروفیسر ڈاکٹر قبلہ ایاز صاحب، ڈین فیکلٹی علوم اسلامیہ والسنہ جامعہ پشاور جناب پروفیسر ڈاکٹر معراج الاسلام ضیاء صاحب، ممتاز محقق فی علوم الاسلامیہ جناب ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف صاحب اور سابق چیئرمین اسلامیات ڈیپارٹمنٹ جامعہ پشاور جناب ڈاکٹر عمر صاحب نے شرکت کی جبکہ کورس مکمل کرنے والے حضرات میں اسناد بھی تقسیم کیے۔

ماہانہ درس قرآن:

- 13 نومبر بروز اتوار، بعد از مغرب رئیس جامعہ مولانا مفتی محمد ایاز صاحب، جناب ڈاکٹر ممتاز علی صاحب کے گھر ماہانہ وار درسِ قرآن دینے کے لیے گئے۔

اسلامک بینکنگ تعارفی سیمینار:

- 14 دسمبر بروز بدھ، بعد از ظہر جامعہ میں "اسلامی مالیاتی نظام اور اسلامی بینکاری ایک جامع تعارف" کے عنوان پر "جامعہ تبلیغ القرآن" اور "سنٹر فار ایکسیلنس ان اسلامک فنانس" کے باہم اشتراک سے سیمینار منعقد ہوا۔ سیمینار میں لیکچرر کے فرائض جامعہ عثمانیہ پشاور کے مفتی ذاکر حسن صاحب نے سر انجام دیئے جبکہ پروگرام کی صدارت رئیس جامعہ مفتی محمد ایاز صاحب نے کی۔ اس موقع پر معروف اسلامی بینکوں کے نمائندگان سمیت دینی مدارس کے علماء طلباء اور یونیورسٹیوں کے طالب علم حضرات نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

مختلف سرگرمیاں

جامعہ میں مہمانوں کی آمد:

- 31 اکتوبر بروز پیر، کراچی سے مولانا عنایت الرحمن صاحب اور دیگر ساتھی رئیس جامعہ مفتی ایاز سے ملاقات کے لئے جامعہ تشریف لائے اور باہمی دلچسپی کے مختلف امور پر تفصیلی نشست ہوئی۔
- 3 نومبر بروز جمعرات، کوئٹہ سے مولانا ہدایت الرحمٰن اور ان کے ساتھی رئیس جامعہ جناب مفتی محمد ایاز سے ملاقات کے لئے جامعہ تشریف لائے۔
- بعد از ظہر، مولانا شمس الہادی صاحب رئیس جامعہ مفتی ایاز سے ملاقات کے لئے جامعہ تشریف لائے۔
- 12 نومبر بروز ہفتہ، جناب مولانا احمد باد غیسی صاحب کوئٹہ سے جامعہ تشریف لائے تھے۔
- 25 نومبر بعد از نماز جمعہ، جناب مولانا مختار صاحب سوات سے جامعہ تشریف لائے۔
- 11 دسمبر بروز اتوار، جناب ڈاکٹر ممتاز علی اور جناب ڈاکٹر سلیم صاحب، رئیس جامعہ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔
- 12 دسمبر بروز پیر، ایڈیشنل اسسٹنٹ کمشنر دیر اپر جناب احمد کمال صاحب اور جناب نعیم خٹک بھائی جامعہ تشریف لائے اور رئیس جامعہ سے ملاقات کی۔
- 27 دسمبر منگل کو لنڈی کوتل کے علماء مولانا فیاض، مولانا ثاقب اور دیگر ساتھی تشریف لائے تھے۔ مختلف امور پر حضرت مفتی صاحب سے تبادلہ خیال ہوا اور جامعہ اور دیگر اداروں کا وزٹ کیا۔

نشتر ہال سیمینار:

- 13 نومبر بروز اتوار، بعد از ظہر رئیس جامعہ مفتی محمد ایاز صاحب، ناظم جامعہ مولانا لقمان صاحب نے نشتر ہال پشاور میں مفتی عبد الخالق آزاد کے سیمینار میں شرکت کی۔

نماز جنازہ اور تعزیتی دعا میں شرکت:

- یکم نومبر ضلعی امیر مولانا امیر جان صاحب کی دختر کی فوتگی پر رئیس جامعہ اور مولانا لقمان صاحب تعزیتی دعا کے لئے کگہ ولہ گئے
- 17 نومبر بروز جمعرات چارسدہ میں جناب امجد علی شاہ کے والد محترم کی نماز جنازہ میں رئیس جامعہ مفتی محمد ایاز، نائب رئیس ڈاکٹر حشمت علی صافی اور جناب وزیر صاحب نے شرکت کی۔

- 29 نومبر بروز منگل، رئیس جامعہ، نائب رئیس اور حاجی پرویز صاحب عید گاہ چارسدہ روڈ حاجی اسماعیل کے والد کے جنازہ میں شرکت کی۔

اختتام درس قرآن:

- 24 نومبر بروز جمعرات، لنڈی کوتل جناب مولانا فیاض صاحب کی دعوت پر رئیس جامعہ ختم قرآن کے سلسلے میں منعقد پروگرام میں شرکت کی جبکہ اس موقع پر جناب وزیر صاحب، امیر طلبہ عبد الرحمٰن اور ذیشان جان ہمراہ تھے۔
- 27 نومبر بروز اتوار، بعد از نماز ظہر جناب مولانا امیر اللہ کی دعوت پر رئیس جامعہ نے عمار کالونی، پخہ غلام کے مسجد عمار میں ختم قرآن کے سلسلے میں منعقد پروگرام میں بیان کے لیے شرکت کی۔
- 9 دسمبر بعد از نماز جمعہ میاں گجر میں مولانا قاری عابد صاحب کی دعوت پر رئیس جامعہ مفتی محمد ایاز صاحب ختم قرآن کے سلسلے میں منعقد تقریب میں شرکت کر کے آخری سورتوں کا درس دیا۔
- 16 دسمبر بعد از نماز جمعہ، رئیس جامعہ نے مدرسہ للبنات نواں کلے میں ختم قرآن کے حوالے سے منعقد پروگرام میں شرکت کی۔

دستار بندی پرگرام:

- جامعہ کی ذیلی شاخ ادارہ تعلیم القرآن فقیر آباد میں 30 دسمبر کو قاری عبد الرب، قاری عبد الشکور اور قاری ندیم کی دعوت پر ادارے کی سالانہ دستار بندی پروگرام میں حضرت مفتی صاحب نے شرکت کی اور فارغ طلباء میں اسانید تقسیم کیں۔

صوبائی شوریٰ میں شرکت:

- 8 دسمبر بروز جمعرات، بعد از عصر سلمان صافی اور عادل شاہ کے ہمراہ جناب رئیس جامعہ نے مردان نہر چوک میں منعقد جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کے صوبائی اجلاس میں شرکت کی۔

تنظیمی سرگرمیاں

شب مذاکرہ:

- 17 دسمبر بروز ہفتہ، بعد از عشاء منتظمہ کمیٹی کی فکری و روحانی اصلاح و تربیت کے لئے مجلس شب مذاکرہ منعقد ہوا۔ جس میں شعبہ جات کے عہدیداران اور منتظمہ افراد نے بھرپور شرکت کی اور مختلف تنظیمی، فکری اور روحانی پہلو پر تربیت ہوئی۔

تنظیمی و علاقائی کنونشن:

- مجلس مقننہ اور عاملہ کے مشورے سے تمام ذیلی یونٹوں میں تنظیمی کنونشنز کے انعقاد کا فیصلہ ہوا تھا جس کے مطابق مندرجہ ذیل مختلف یونٹوں اور شاخوں میں مختلف اوقات پر کنونشن منعقد ہوئے۔ جس میں ہر یونٹ اور شاخ کی سالانہ کارکردگی رپورٹ پیش کی گئی اور حضرت مفتی صاحب اور امیر اعلیٰ صاحب کا فکری تنظیمی اور انتظامی امور پر بیان ہوئے۔ یہ تمام کنونشنز ہر اعتبار سے بہت کامیاب رہے۔
- 18 نومبر بروز جمعہ، بعد از مغرب رئیس جامعہ مفتی محمد ایاز صاحب نے نائب رئیس حشمت علی صافی، جناب حاجی پرویز، شمس الحق، سلمان صافی، یونٹ افغان کالونی میں تنظیمی کنونشن کے سلسلے میں شرکت کی۔
- 3 دسمبر بروز ہفتہ، بعد از مغرب رئیس جامعہ نے قاری احتشام، انجنیئر شمس الحق، وزیر، حاجی بہاؤالدین اور محمد بلال خلیل کے ہمراہ یونٹ قاضی کلے اور نواں کلے کے منعقدہ مشترکہ کنونشن کی صدارت کی۔
- 4 دسمبر بروز اتوار، بعد از مغرب جناب رئیس جامعہ مفتی محمد ایاز صاحب اور امیر صاحب نے یونٹ پنجہ غلام کے تنظیمی کنونشن کی صدارت کی اور شرکاء سے بیان بھی کیا۔
- 11 دسمبر بروز اتوار، جناب رئیس جامعہ نے یونٹ خیبر کالونی میں منعقد تنظیمی کنونشن کی صدارت کی جبکہ اس موقع پر یونٹ کے اراکین اور غیر مربوط اراکین کی موجودگی میں رئیس جامعہ حضرت مفتی صاحب اور امیر صاحب نے بیان کیا۔
- 16 دسمبر بروز جمعہ، بعد از عصر یونٹ میاں گجر میں تنظیمی کنونشن منعقد ہوا جس کی صدارت رئیس جامعہ نے کی اور شرکاء سے مفتی صاحب اور امیر صاحب کا بیان ہوا۔

مجلس مقننہ اجلاس:

- 30 دسمبر بعد نماز جمعہ مقننہ کا اجلاس ہوا جس میں تمام اداروں کے SOP اور دساتیر پر غور وخوض کر کے فائنل کیا گیا۔ اجلاس میں حضرت مفتی صاحب، امیر صاحب، جناب یوسف ظفر صاحب اور ملک نیاز صاحب کے علاوہ دیگر اہم اراکین نے شرکت کی۔

درسِ نظامی

طلباء کے لئے کمپیوٹر کورس کا آغاز:

- 31 اکتوبر بروز پیر، جامعہ کے ذیلی شعبہ درسِ نظامی میں زیرِ تعلیم طلباء کو عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لئے "کمپیوٹر کمپوزنگ اینڈ ڈرافٹنگ" کے 20روزہ کورس کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں رہائشی وغیر رہائشی طلباء نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

درس نظامی معلمین شوریٰ:

- 6 نومبر بروز اتوار، جامعہ میں شعبہ درسِ نظامی کے اساتذہ کی رئیس جامعہ مفتی محمد ایاز کے زیر صدرات میٹنگ ہوئی جس میں مختلف انتظامی، تعلیمی اور طلباء سے متعلق دیگر امور کے حوالے سے مشاورت ہوئی۔ خاص کر "چار ماہی امتحان" اور "یوم سرپرستان" کے حوالے سے تاریخ مقرر کی گئی۔

انجمن طلباء میٹنگ:

- 6 نومبر بروز اتوار، انجمن طلباء جامعہ تبلیغ القرآن کی رئیس جامعہ اور مولانا لقمان کے ساتھ میٹنگ منعقد ہوئی جس میں انجمن طلباء کے مسئول جناب عبد الرحمٰن نے درسِ نظامی کے پروگرامات اور دیگر انتظامی امور کے حوالے سے اپنی سفارشات پیش کیں۔
- 13 دسمبر بروز منگل، انجمن طلباء تبلیغ القرآن کی تشکیل کردہ انتظامی کمیٹی کے ساتھ "یوم سرپرستان" کے حوالے سے تفصیلی میٹنگ ہوئی جس میں پروگرام کی بہترین انداز میں انجام دہی کے حوالے سے ہدایات وتجاویز کا تبادلہ ہوا جبکہ اس سلسلے میں کمیٹی ممبران کو مختلف ذمہ داریاں سونپی گئیں۔

سالانہ سپورٹس ڈے:

- 10 نومبر بروز جمعرات، درس نظامی کے طلباء کے لئے سالانہ سپورٹس ڈے کا اہتمام کیا گیا جس میں اساتذہ اور طلباء نے بھرپور حصہ لیا۔ طلباء کے درمیان کرکٹ اور فٹ بال کے میچز ہوئے۔ آخر میں

انجمن طلباء تبلیغ القرآن کی جانب سے میچ جیتنے والے طلباء میں ٹرافیاں تقسیم کی گئی۔

بزم ادب:

- 20 نومبر بروز اتوار، شعبہ درسِ نظامی کے طلباء کی تقریری صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لئے اجتماعی بزم ادب کا انعقاد کیا گیا جس میں 16 طلباء نے اپنی تقریری صلاحیتوں کا بہترین مظاہرہ کیا۔ جن میں سے پانچ طلبہ یوم سرپرستان میں تقریر کرنے کے لیے منتخب کیے گئے۔

چار ماہی امتحانات:

- 26 نومبر بروز پیر، درس نظامی کے سالانہ شیڈول کے مطابق ایک ہفتہ پر مشتمل چار ماہی امتحان کا انعقاد کیا گی جبکہ امتحان کے اختتام پر طلباء و طالبات کو ایک ہفتہ کی چھٹی دی گئی۔
- 15 دسمبر بروز جمعرات، درسِ نظامی کے منعقد کردہ چار ماہی امتحان کے نتائج کا اعلان کیا گیا۔

ہفتہ وار علمی محاضرات کا آغاز:

- 13 دسمبر بروز منگل، درسِ نظامی طلباء و طالبات کی ذہنی بالیدگی اور عصر حاضر کے تقاضوں کے پیش نظر "الغزو الفکری" کے عنوان سے ہفتہ وار علمی لیکچرز کا آغاز کیا گیا۔ متعلقہ عنوان پر لیکچرر کے فرائض نائب رئیس جامعہ ڈاکٹر حشمت علی صافی صاحب نے انجام دیے۔ یہ کلاس چار ہفتہ وار کلاسوں پر مشتمل ہو گی۔

صوبائی سیرت کوئز میں شرکت:

- بعد از ظہر، شعبہ درسِ نظامی کے طلباء نے پشاور یونیورسٹی کے زیر اہتمام و انتظام "صوبائی سیرت النبی ﷺ کوئز مقابلہ" میں شرکت کر کے نمایاں پوزیشنز حاصل کی۔ تقریباً پانچ ہزار طلبہ میں اعتزاز اللہ درجہ خامسہ اول پوزیشن، سید ولی درجہ رابعہ تیسری پوزیشن، سراج الدین درجہ ثالثہ پانچویں پوزیشن، سید عبد اللہ شاہ درجہ رابعہ آٹھویں پوزیشن جبکہ شاکر جمال درجہ ثالثہ نے بارہویں پوزیشن حاصل کر کے جامعہ ہٰذا کا نام روشن کیا۔

ادبی محفل مشاعرہ:

- 24 دسمبر بروز ہفتہ، ناظم عمومی شعبہ درسِ نظامی جناب مولانا لقمان احمد صاحب کے زیرِ نگرانی درسِ نظامی کے طلباء میں ادبی ذوق کو اجاگر کرنے کے لئے ادبی محفل مشاعرہ کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں طلبہ نے شرکت کی۔

سالانہ یوم سرپرستان:

- 25 دسمبر بروز اتوار، شعبہ درسِ نظامی کے زیرِ انتظام سالانہ یوم سرپرستان کا انعقاد کیا گیا جس میں طلباء و طالبات کے والدین نے بھرپور شرکت کی۔ طلباء و طالبات نے اپنی صلاحیتوں (تلاوت، نعت، نظم و تقریر) کے ذریعے پروگرام کو چار چاند لگائے جبکہ آخر میں نصابی و ہم نصابی سرگرمیوں میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے طلباء و طالبات کو انعامات دیئے گئے۔ تقریب سے رئیس جامعہ حضرت مفتی صاحب اور نائب رئیس نے خطاب کیا۔

تبلیغ القرآن تعلیمی سوسائٹی

تربیتی نصاب کے حوالے سے پیش رفت:

- ماہ دسمبر میں تعلیمی سوسائٹی کے لائحہ عمل کے مطابق سوسائٹی کا تربیتی نصاب (اردو، پشتو) کی دوبارہ تصحیح واضافہ کے بعد چھپائی کے لئے دیا گیا۔

تعارفی سٹال:

- 14 دسمبر بروز بدھ، جامعہ میں منعقدہ تعارفی سیمینار "اسلامی مالیاتی نظام اور اسلامی بینکنگ" میں تعلیمی سوسائٹی کی جانب سے تعارفی سٹال کی نمائش کی گئی جس میں شرکاء سیمینار تعلیمی سوسائٹی کے نصاب، نظام اور پروگرامات سے متعارف ہوئے۔

سیمینار:

- 27 دسمبر بروز منگل، "تعلیمی سوسائٹی" اور جامعہ تبلیغ القرآن کی "اسلامک ریسرچ لائبریری" کے اشتراک سے تمام ذیلی مکاتیب کے بچوں کے لئے "مطالعہ کیسے کیا جائے؟ اور مطالعہ کا طریقہ کار" کے عنوان پر ایک سیمینار کا انعقاد کیا گیا جس میں تمام مکاتیب کے بچوں نے بھرپور شرکت کی اور انہیں ان عنوانات پر سیر حاصل گفتگو سننے کا موقع ملا۔

کارکردگی رپورٹ 2016ء:

- 31 دسمبر بروز ہفتہ، تعلیمی سوسائٹی نے جامعہ کے شعبہ ایچ۔ آر کو تحریری طور پر کارکردگی رپورٹ برائے سال 2016ء پیش کی جس میں آئندہ سال کے لائحہ عمل کے حوالے سے سفارشات بھی دی گئیں۔

شعبہ اطفال

چار ماہی امتحان:

- 15 دسمبر بروز جمعرات، شعبہ اطفال کے سالانہ لائحہ عمل کے مطابق چار ماہی امتحان منعقد ہوا۔

انتظامی شوریٰ:

- 24 دسمبر بروز ہفتہ، شعبہ اطفال کی انتظامیہ کا اساتذہ و نگران صاحبان کے ساتھ خصوصی مشاورتی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں بچوں کے نصاب، تعلیمی اور دیگر امور کے حوالے سے سیر حاصل بحث ہوئی جبکہ اساتذہ کرام نے اپنی تجاویز پیش کیں۔

شعبہ اطفال کوئز مقابلہ:

- 28 دسمبر بروز بدھ، شعبہ اطفال کے زیر انتظام کوئز مقابلے کا انعقاد ہوا جس میں بچوں نے بھرپور شرکت کی بعد ازاں نمایاں طلباء کو انعامات سے نوازا گیا۔

خادم ویلفیئر سوسائٹی (KWS)

مختلف سرگرمیاں:

- ماہ نومبر اور دسمبر کے اوائل میں خادم چیئرمین اور ایڈمن ٹیم کی خادم کے دیگر ٹیموں کے ساتھ میٹنگز ہوئیں جن میں خواتین ونگ، میڈیکل ٹیم، آئی۔ٹی ٹیم، فنڈ ریزنگ ٹیم نمایاں ہیں۔ میٹنگز کے دوران خادم دستکاری نمائش سمیت دیگر اہم پروگرامات کے لئے لائحہ عمل بارے مشاورت ہوئی جبکہ مختلف انتظامی امور ٹیموں کے سپرد کیے گئے۔

خادم سالانہ دستکاری نمائش:

- 9 دسمبر بروز جمعہ، خادم ویلفیئر سوسائٹی کے ذیلی ادارے خادم ووکیشنل سنٹر کی طالبات کے فن پاروں کی نمائش اور ان کی حوصلہ افزائی کے لئے دستکاری نمائش منعقد ہوئی۔ جس میں اہل علاقہ سمیت سکولوں اور کالجوں کی اساتذہ، طالبات اور جامعہ تبلیغ القرآن للبنات کی طالبات نے بھرپور حصہ لیا۔
- 23 دسمبر بروز جمعہ، خادم ایڈمن ٹیم کا اہم مرکزی اجلاس منعقد ہوا جس میں خادم ویلفیئر سوسائٹی کے انتظامی و ادارتی ساخت میں تبدیلیاں کی گئیں۔ اس کے علاوہ سال 2017ء کے

لئے لائحہ عمل مرتب کیا گیا۔

العلم اکیڈیمیا جونیئر سکول

نومبر:

- یوم اقبالؒ کے حوالے سے بزم ادب کا انعقاد کیا گیا۔
- پشاور بورڈ (BISEP) نے سکول کا دورہ کیا اور سکول سے متعلقہ لوازمات چیک کرنے کے بعد سکول کے لیے باقاعدہ رجسٹریشن کی منظوری دی گئی۔
- عربی زبان دانی کے حوالے سے اساتذہ کے مابین میٹنگ ہوئی۔
- مختصر دورانیہ کا ٹریننگ سیشن "برائے دسمبر ٹسٹ تیاری" منعقد ہوا۔
- ہفتہ صفائی اور Hand Washing Day کے حوالے سے سیف گارڈ صابن کے تعاون سے سکول میں تعارفی سرگرمیوں کا انعقاد کیا گیا۔
- بچوں کے عالمی دن کے حوالے سے بھی تیاری کی گئی اس سلسلے میں بچوں کے درمیان چارٹ ورک کا مقابلہ کیا گیا۔

دسمبر:

- 3 دسمبر 2016ء کو آفاق کے زیر اہتمام ہوٹل گرینڈ میں E-books کے حوالے سے ورکشاپ ہوئی جس میں سکول انتظامیہ نے بھرپور شرکت کی۔
- یتیم بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے سکول نے داخلہ مہم شروع کی جس میں یتیم بچوں کے داخلے اور فیسوں کے علاوہ فری کتب دینے کا بھی پروگرام شامل ہے۔
- جامعہ تبلیغ القرآن میں منعقدہ اسلامی مالیاتی نظام اور بینکنگ تعارفی سیمینار اور خادم کی سالانہ دستکاری نمائش میں "العلم اکیڈیمیا" نے عوامی رابطہ مہم کے سلسلے میں سٹال لگایا اور شرکاء کو العلم ایجوکیشن کے تحت مختلف پروجیکٹس کے حوالے سے بریفنگ دی۔
- 23 دسمبر 2016ء "یوم قائداعظم" کے حوالے سے سکول میں بزم ادب کا انعقاد کیا گیا۔